رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

خطبہ نمبر

رجسٹرڈ ایل ۵

روزنامہ الفضل قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ایک آنہ

قیمت سالانہ اندرون ہند

قیمت سالانہ بیرون ہند

جلد ۲۳	مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ	یوم شنبہ	مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۳۶ء	نمبر ۱۰

مدینۃ المسیح

قادیان ۹۔ جولائی۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج پانچ بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کو پیچش اور گلے کے درد کی شکایت ہے۔ احباب حضور کی کامل صحت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں ۔:

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کو جگر کی خرابی کی شکایت ہے۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے ۔:

ڈلہوزی سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ سیدہ امۃ الحفیظ صاحبہ بیگم نواب عبد اللہ خان صاحب کے کان کی تکلیف میں جو کئی ہفتہ سے تھی۔ گو اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہلے کی نسبت کمی ہے۔ لیکن ابھی تک پورا آرام نہیں ہوا۔ احباب دعائے صحت کریں ۔:

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وُہ کونسا دِن ہے۔ جو جُمعہ اور عیدین سے بھی افضل ہے

"سب صاحب یاد رکھیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام میں بعض ایسے دن مقرر کئے ہیں۔ کہ وُہ دن بڑی خوشی کے دن سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان میں اللہ تعالےٰ نے عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ منجملہ ان دنوں کے ایک جمُعہ کا دن ہے۔ یہ دن بھی بڑا ہی مبارک ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کو جمُعہ ہی کو پیدا کیا۔ اور اسی دن ان کی توبہ منظور ہوئی تھی۔ اور بھی بہت سی برکات اور خوبیاں اس دن کی ماثور ہیں۔ ایسا ہی اسلام میں دو عیدیں ہیں۔ ان دونوں دنوں کو بھی بڑی خوشی کے دن مانا گیا ہے۔ اور ان میں بھی عجیب عجیب برکات رکھی ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ دن بے شک اپنی اپنی جگہ مبارک اور خوشی کے دن ہیں۔ لیکن ایک دن ان سب سے بڑھکر مبارک اور خوشی کا دن ہے مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ لوگ نہ تو اس دن کا انتظار کرتے ہیں۔ اور نہ اُس کی تلاش ورنہ اگر اس کی برکات اور خوبیوں سے لوگوں کو اطلاع ہوتی یا وُہ اس کی پرواہ کرتے۔ تو حقیقت میں وُہ دن ان کیلئے بڑا ہی مبارک اور خوش قسمتی کا دن ثابت ہوتا اور لوگ اسے غنیمت سمجھتے۔ وُہ دن کونسا دن ہے۔ جو جمعہ اور عیدین سے بھی بہتر اور مبارک دن ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ وُہ دن انسان کی توبہ کا دن ہے۔ جو ان سب سے بہتر ہے۔ اور ہر عید سے بڑھ کر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دن وُہ بد اعمالنامہ جو انسان کو جہنم کے قریب کرتا جاتا ہے۔ اندر ہی اندر

تحریک دعاء

عزیزان مظفر احمد و ظفر احمد و سعید احمد سلمہم اللہ تعالےٰ کا امتحان لنڈن میں ۵ر جولائی سے شروع ہونے والا ہے۔ اور غالباً وسط اگست تک جاری رہے گا۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ ان بچوں کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور انہیں ہر جہت سے مظفر و منصور کرکے کامیاب و بامراد واپس لائے۔ اور خادم دین بنائے۔ آمین۔ (خاکسار میرزا بشیر احمد۔ قادیان)

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا دہلی میں استقبال

صاحبزادہ صاحب موصوف ۳ر جولائی شب کی گاڑی سے دہلی سٹیشن پر پہونچے۔ جماعت احمدیہ دہلی نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ اور احباب نے صاحبزادہ صاحب سے ملاقات کی۔ چونکہ آپ اسی گاڑی سے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس لئے اسٹیشن پر ہی کھانا تناول فرمایا۔ اور روانگی سے قبل احباب کی معیت میں دعا فرمائی۔

(خاکسار۔ عبد الحمید سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ نئی دہلی)

اعلان برائے ملازمت دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے لئے امیدواروں کی ضرورت ہے۔ جو امیدوار حسب ذیل شرائط پوری کرتے ہوں۔ وہ ذیل کا فارم پر کرکے امیدواری کی درخواست معہ تمام سارٹیفکیٹ وغیرہ کی مصدقہ نقل کے اپنی عرضیاں ۱۸ر جولائی ۱۹۳۶ء تک سپرنٹنڈنٹ صاحب دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پاس بھجوا دیں اور نوٹ غور سے مطالعہ کرلیں۔ (خاکسار۔ غلام محمد اختر سیکرٹری تحقیقاتی کمیشن از لاہور)

فارم درخواست امیدواری

	نام و ولدیت درخواست کنندہ	۴	امتحان جو پاس کئے ہیں۔ مع سنہ
۱	تاریخ بیعت	۵	خلاصہ سندات و سفارشات
۲	تاریخ پیدائش	۶	صحت
۳	امیدوار کے خاندانی خدمات سلسلہ	۷	کوئی اور قابل ذکر امر

شرائط: ۱۔ احمدی ہونا لازمی ہے ۲۔ عمر ۱۸ سال سے ۲۸ سال ہو۔ ۳۔ مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی خدمات کے متعلق تصدیق کرائی جائے۔ ۴۔ میٹرک یا اس سے اوپر۔ مولوی فاضل جامعہ احمدیہ یا اس سے اوپر تک تعلیم لازمی ہے۔ ۵۔ مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی سفارش کا ہونا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خاص ہستیوں کی سفارشی چٹھیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ ۶۔ کسی ڈاکٹر یا حکیم ورنہ جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی طرف سے سارٹیفکیٹ لگایا جاسکتا ہے۔ ۷۔ شرط ۴ کے علاوہ کوئی اور سارٹیفکیٹ وغیرہ لگائے جاسکتے ہیں۔

نوٹ: ۱۔ تمام وہ درخواستیں جو کسی امیدوار نے کسی دفتری ملازمت کے لئے کسی صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں بھیجی ہوں۔ وہ اس اعلان کے ذریعہ منسوخ قرار دی جاتی ہیں۔ اور ہر امیدوار کو اب نئی درخواست مندرجہ بالا فارم پر شرائط کے مطابق کرنی ہوگی۔

۲۔ اسامیاں فی الحال عارضی ہونگی۔ اور تنخواہ کم از کم ۲۰ روپیہ ماہوار دیجائیگی لیکن آئندہ مستقل اسامیاں پُر کرتے وقت تجربہ کار عارضی ملازمین کو ترجیح دیجائے گی۔

۳۔ جن امیدواروں کی درخواستیں تحقیقاتی کمیشن منظور کرے گا۔ ان درخواست کنندگان کو تاریخ انتخاب سے اطلاع کردی جائے گی۔

۴۔ کمیشن کے کسی ممبر کو سفارش کے ذریعہ سے زیر اثر لانے کی سعی کرنا امیدوار کی کامیابی میں منافی ہوگا۔

سندھ میں کاشتکاروں کی ضرورت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو سندھ سے اطلاع آئی ہے۔ کہ وہاں چند ایسے قابل کاشت زمین کے ٹکڑے مل سکتے ہیں۔ جو تھوڑے تھوڑے مقاطعہ پر ہوں۔ ان کے ارد گرد احمدی آبادی بھی ہے۔ تیس چالیس میل کے فاصلہ پر احمدیہ اسٹیٹس ہیں۔ زمین نہری ہے۔ ضرورتمند احباب مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

(عبد الرحیم خاں انچارج دفتر محمود آباد۔ ناصر آباد اسٹیٹ قادیان)

مقدمہ عیدگاہ کے متعلق نگرانی کی سماعت

سشن جج گورداسپور نے درخواست نگرانی نامنظور کردی

(از رپورٹر الفضل)

گورداسپور ۹ر جولائی ۱۹۳۶ء:۔ ۱۵ر جون ۱۹۳۵ء کو جب صدر انجمن احمدیہ کے مختار عام منشی محمد الدین صاحب عیدگاہ میں گڑھے درست کرانے کے لئے گئے۔ تو بعض احرار نے خواہ مخواہ مزاحمت کی۔ اور پولیس نے مختار عام کے علاوہ پانچ اور معزز احمدیوں اور چار بے حیثیت احراریوں کا چالان زیر دفعہ ۱۰۷ کردیا۔ کہ ان کی ضمانتیں ہونی چاہئیں ہماری طرف سے ہائیکورٹ میں درخواست دی گئی۔ کہ مقدمہ کسی دوسرے ضلع میں منتقل ہونا چاہیئے۔ جو نامنظور ہو گئی۔ اور مقدمہ کی سماعت مسٹر سی ایل کورٹس صاحب علاقہ مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں شروع ہوگئی۔ پولیس کی طرف سے دو گواہ فقیر سنگھ نمبردار و نرائن سنگھ ساکن رام پور متصل قادیان پیش ہوئے۔ جنہوں نے بیان کیا۔ کہ احمدی صرف گڑھے درست کرنے لگے تھے۔ کہ احراریوں نے ان پر حملہ کرکے ان کا سامان وغیرہ چھین لیا۔ اور پولیس نے انکو بھی گرفتار کرلیا۔ مجسٹریٹ صاحب نے اپنے فیصلہ میں تمام ملزموں کو بری کرتے ہوئے لکھا۔ کہ پولیس چالان کرنے میں حق بجانب تھی۔ اور اب بھی اگر کوئی فریق اپنا حق عدالت دیوانی میں ثابت کئے بغیر عیدگاہ میں کوئی ردوبدل کرنیکی کوشش کرے۔ تو پولیس گرفتار کرسکتی ہے

اس پر ہماری طرف سے عدالت سشن جج گورداسپور میں نگرانی دائر کی گئی۔ جس کی سماعت آج ہوئی۔ منشی محمد الدین صاحب مختار عام صدر انجمن۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور اور جناب مرزا عبد الحق صاحب پلیڈر گورداسپور پیش ہوئے۔ اور فریق مخالف کی طرف سے سرکاری وکیل صاحب اور شریف حسین صاحب پلیڈر پیش ہوئے۔ جناب شیخ صاحب نے مدلل تقریر کی۔ جس میں بالوضاحت بتایا۔ کہ عدالت ماتحت نے اس معاملہ کو یونہی چھوڑ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہم اپنے جائز حق سے محروم رہیں گے۔ وہ جگہ ہماری مقبوضہ ہے۔ اور ہم اس میں ہر قسم کی ترقی یا ردوبدل کرنے کے حقدار ہیں۔ مگر اس فیصلہ میں ہمیں اس حق سے محروم کردیا گیا ہے۔ نیز فیصلہ کے ان الفاظ کے نیچے قانون شکنی کی ایک تحریک پنہاں ہے۔ اس فیصلہ کے رو سے ہم اپنا وہ حق حاصل کرنے کی کوشش میں جو از روئے قانون ہمیں حاصل ہے۔ قانون شکن قرار پائیں گے۔ لہذا ہائی کورٹ سے سفارش کی جائے کہ فیصلہ کے اس حصہ کو منسوخ کردیا جائے۔ اور بے جا مزاحمت کرنے والوں کی ضمانتیں لی جائیں۔

سرکاری وکیل نے ایک مختصر سی تقریر میں کہا کہ معاملہ بہت پرانا ہو چکا ہے اور اس انثار میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی۔ لہذا اب اس معاملہ کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ عدالت نے فیصلہ محفوظ رکھا۔ اور لنچ کے بعد فیصلہ سنا دیا۔ کہ درخواست نامنظور ہے۔ فیصلہ عدالت ادنیٰ۔ گواہوں کے بیانات اور درخواست نگرانی سب چیزیں کسی دوسرے پرچہ میں شائع کی جائیں گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

خطبہ جمعہ

تم اُس مقام پر کھڑے ہو جاؤ کہ دُنیا تمہاری نقل کرے

اِصلاح اعمال کیلئے قوّتِ ارادی کو مضبوط اور قوّتِ متاثرہ کے نقائص کو دور کرو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۳ر جولائی ۱۹۳۶ء

سُورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کئی ہفتے ہُوئے ہیں

اعمال صالحہ کے متعلق

یہ مضمون بیان کر رہا تھا - کہ عقائد کے بارہ میں ہماری جماعت کی کوششیں نہایت بار آور اور کامیاب ثابت ہُوئی ہیں- ہمارے عقائد کی صحت کو ہمارے دُشمنوں نے بھی تسلیم کر لیا - کھُلے طور پر اپنا لیا- اور اختیار کر لیا ہے اس کے مقابلہ میں اعمال کے بارہ میں ہماری جماعت کی کوششیں ایسی بار آور اور کامیاب نہیں ہیں- حتےٰ کہ غیر تو غیر

خود اپنی جماعت کے لوگ

بھی یہ مانتے ہیں - کہ اس بارہ میں ہمیں وُہ مقام حاصل نہیں- کہ جو دُنیا کے لئے نمونہ کہلا سکے - حالانکہ ارادہ اور نیت اعمال کے متعلق بھی ویسا ہی وجود ہے- جیسا کہ عقائد کی درستی کے لئے - پس جب محرک یکساں طاقت کا موجود ہے - تو ایک جگہ ارادہ کا کم سے کم اثر اور دوسری جگہ زیادہ سے زیادہ اثر بتاتا ہے - کہ بیرونی مخالفت ایک کی کم اور دُوسرے کی زیادہ ہے-

دُنیا میں کام کرنے کی دِقتیں

دو ہی ہیں- ایک قوتِ مؤثرہ کی کمی - اور دوسرے قوتِ متاثرہ کی کمی- یا تو ناکامی اس لئے ہوتی ہے - کہ کام کے پیچھے قوتِ ارادی اتنی مضبوط نہیں ہوتی جس کے ذریعہ وُہ کام ہو سکتا ہے - یا پھر قوتِ ارادی تو ہوتی ہے - مگر بیرونی مخالفت اتنی شدید ہوتی ہے - کہ اس پر غالب آ جاتی ہے - مثلاً ایک طالب علم ہے - وُہ ارادہ کرتا ہے - کہ سبق یاد کرے - مگر ایک اور طالب علم ہے - جو سبق یاد کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا - اور جب وُہ ارادہ نہیں کرتا - تو کوشش بھی نہیں کرتا - پس ان میں سے ارادہ کرنے والا سبق یاد کر لیگا اور نہ کرنے والا نہیں کرے گا.

دوسری صُورت کی مثال

یہ ہے - کہ ایک طالب علم ارادہ تو کرتا ہے - مگر اس ارادہ کے مقابلہ میں جو کام اس کے سپرد ہے - وُہ زیادہ ہے طالب علم سبق یاد کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے - مگر استاد بے وقوفی سے ایسی کتاب کا سبق اسے دے دیتا ہے - جس کا وُہ اہل نہیں مثلاً پرائمری کے طالب علم کو ایم - اے کی کوئی کتاب پڑھاتا ہے - اب یہاں ارادہ تو ہے - مگر کام اتنا مشکل ہے - کہ ارادہ اس پر غالب نہیں آ سکتا - یا ارادہ تو ہے - مگر حافظہ اتنا خراب ہے - کہ اس کی خرابی ارادہ پر غالب آ جاتی ہے - اس لئے جب تک ارادہ کی طاقت اور نہ بڑھ جائے - یا جب تک اس سے زیادہ حافظہ پیدا نہ کیا جائے - اس وقت تک سبق یاد نہ ہوگا - یا مثلاً حافظہ بھی اچھا ہے ارادہ بھی ہے - مگر طالب علم کسی جگہ ملازم ہے - اور اُسے اتنا وقت ہی نہیں ملتا - کہ سبق یاد کر سکے - وُہ جلدی جلدی کام ختم کرتا ہے - کہ کتاب یاد کرنے کے لئے وقت مل جائے - مگر وُہ ادھر کتاب لے کر بیٹھتا ہے اور ادھر اس کا آقا اسے دُوسرا حکم دے دیتا ہے - اور اسے مجبوراً کتاب رکھنی پڑتی ہے - اب یہاں ارادہ بھی ہے - حافظہ بھی ہے یاد کرنے کی قابلیت بھی ہے - مگر وقت نہیں- ایسے حالات میں ارادہ قوتِ مؤثرہ تھی - اور سبق اور اس کے یاد کرانے کے ذرائع قوتِ متاثرہ - اور اس کے معاون ارادہ نے جن آلات پر اثر ڈالنا تھا - وُہ اگر اس کے مؤید نہیں ہیں - تو اس کی تمام کوششیں بے اثر رہیں گی - پس یہ دقتیں ہیں - جن کی وجہ سے انسان کو ناکامی ہوتی ہے - اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے

ہم میں قوتِ ارادہ

دونوں امور میں یکساں موجود ہے - جب کوئی شخص ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے تو وُہ یکساں قوت سے فیصلہ کرتا ہے کہ اپنے عقائد اور اعمال دونوں کی اصلاح کریگا جب کوئی بچہ ہم میں پیدا ہوتا ہے - تو وہ یکساں قوت کے ساتھ ارادہ کرتا ہے کہ وُہ اسی طرح اپنے اعمال کو درست کرے گا - جس طرح عقائد کو - مگر ہر داخل ہونے والا شخص - اور ہر بالغ ہونے والا بچہ ایک ہی جیسی طاقت اور ارادہ کے باوجود

عقائد کی اصلاح

میں تو کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اعمال کی اصلاح میں نہیں۔ ہم یکساں نیت سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں۔ اس کے عقائد کو تو پہلے ہی حملہ میں ڈگمگا دیتے ہیں۔ لیکن اس کے اعمال میں سالہا سال کی کوشش کے باوجود ذرہ تبدیلی نہیں کر سکتے۔ اس کی

بڑی وجہ

یہ ہے۔ کہ خود اپنے اعمال میں بحیثیت جماعت ہم اصلاح کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گو ہم میں سے افراد اعمال کی اصلاح میں بھی کامیاب ہیں۔ مگر ملی اصلاح بعض افراد کی اصلاح سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے جماعتی اصلاح ضروری ہوتی ہے

جماعتی اصلاح

دنیا کے سامنے ایک ایسا نظارہ پیش کرتی ہے۔ کہ دوسرے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں

سب سے بڑی قوتِ عمل نقل

ہے۔ اس سے زیادہ اثر کرنے والی کوئی اور قوت موجود نہیں۔ نقل دنیا میں ایسے حیرت انگیز کام کراتی ہے۔ کہ عقل کو بھی پردے میں چھپا دیتی ہے۔ اور یہ چیز دنیا کی عقل اور سمجھ اور فہم پر اس قدر غالب آجاتی ہے۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ ہماری گزشتہ تاریخ ابھی اتنی قدیم نہیں۔ کہ نظروں سے اوجھل ہو سکے۔ ابھی قریباً سو سال کا ہی عرصہ ہؤا۔ کہ ہندوستان کا فیشن بالکل اسلامی تھا۔ لوگ جبے اور عمامے پہنتے اور ڈاڑھیاں رکھتے تھے۔ حتّٰے کہ ہندو بھی عمامے اور جبے پہنتے اور داڑھیاں رکھتے تھے۔ مگر آج وہ زمانہ ہے۔ کہ وہ لوگ جن کے گھروں سے یہ چیزیں نکلی تھیں۔ وہ خود ان کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ کوٹ پتلون اور ہیٹ کے دلدادہ ہیں۔ اور ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں۔ غور کرو۔ کہ

آج سے صرف سو سال قبل

وہ کونسی چیز تھی۔ جس نے ڈاڑھی کو معقول بنا دیا تھا۔ وہ کونسے دلائل تھے جنہوں نے جبے اور عمامے کو دوسرے سب لباسوں پر فوقیت دیدی تھی۔ اور چھوٹے

کوٹ کو ادنےٰ اور ذلیل قرار دیدیا تھا۔ حقیقت یہ کہ ایک قوم تھی۔ جسے دنیا اچھا سمجھتی تھی۔ وہ دوسروں کے اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ یہ قوم نہ کسی سے ڈرتی ہے۔ نہ کسی کا اثر قبول کرتی ہے اور پھر ترقی اور عروج پر ہے۔ اس لئے ضرور اس کے اندر کوئی خوبی ہے اس وجہ سے دوسروں نے بھی اس کی نقل شروع کر دی۔ پھر اور ایک قوم آئی۔ جس کے پیچھے قوت ارادی موجود تھی۔ وہ جبہ پوشوں کے سامنے چھوٹے کوٹ اور عماموں والوں کے سامنے ہیٹ پہنے پھرتی رہی۔ وہ منڈی ہوئی داڑھی پر استقلال سے قائم رہی۔ لوگ اس پر ہنستے اور پھبتیاں اڑاتے رہے۔ اور کہتے رہے۔ کہ

یہ مرد ہیں یا عورتیں؟

ان کے چھوٹے کوٹوں کو دیکھکر لوگ مضحکہ اڑاتے اور کہتے۔ کہ کتنے کنجوس ہیں۔ کیا

دو گرہ اور کپڑا

نہ ملتا تھا۔ کہ لبادہ بنا لیتے۔ ان کے سروں پر ہیٹ دیکھکر کہتے۔ کہ یہ بھی کوئی لباس ہے۔ جیسے

بندر کے سر پہ ٹوکری

رکھی ہو۔ مگر وہ لوگ اپنی بات پر قائم رہے۔ اور آہستہ آہستہ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو لوگ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔ وہ بھی نقل کرنے لگے۔ اور ساری دنیا میں یہی رو چل گئی۔ کہ چھوٹا کوٹ ہی اچھی چیز ہے ہیٹ بہت آرام دہ ہے۔ دھوپ سے بچاتی ہے۔ یہاں تک کہ ترکوں نے حکم دیدیا ہے۔ کہ جو سر پر چھجے دار ٹوپی نہ پہنے گا۔ اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور جو داڑھی رکھے گا۔ اسے سزا دی جائے گی۔ داڑھی رکھنے اور لمبا کوٹ پہننے کے لئے لائسنس کی ضرورت ہے۔ جس طرح بندوق کے لئے ہمارے ہاں لائسنس ضروری ہوتا ہے۔ گویا داڑھی سے بھی کسی کے گولی ماری جاسکتی ہے۔ آخر کیا چیز تھی۔ جس نے سو سال کے اندر اندر دنیا میں اس قدر تغیر ہو گیا۔ اور ترکوں میں تو یہ تبدیلی پندرہ بیس سال سے ہی ہوئی ہے۔ پہلے وہ ہیٹ کے سخت دشمن تھے۔ اور ان کا قومی لباس

فیض کیپ

تھا۔ جسے ہمارے ہاں رومی ٹوپی کہتے ہیں باقی یورپین لباس تو خیر یورپ میں بھی ترکوں سے ہی گیا ہے۔ لیکن قمیض ابھی قریب میں ان کے ہاں موجود تھی۔ اور پندرہ بیس سال پہلے اسے اتارنا ترک اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ مگر آج جو اُسے پہنے اُسے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ یہ تغیر کیوں ہؤا۔ اسی لئے کہ بعض قومیں ایسی تھیں۔ جو ہیٹ پہنتی تھیں۔ اور شرمانی نہیں تھیں۔ انہیں دنیوی عزت حاصل تھی۔ اس لئے دوسروں نے خیال کیا۔ کہ شاید ترقی اسی میں ہے۔

نقالوں کی مثال

تو ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ کسی ملک میں کوئی شخص طب نہ جانتا تھا۔ وہاں ایک طالب علم تھا۔ جو بہت ہوشیاری کا دعوےٰ کرتا تھا۔ اور لسّان تھا۔ مگر درحقیقت بے وقوف تھا۔ وہاں کے لوگوں نے اسے اپنے ہمسایہ ملک میں طب سیکھنے کے لئے بھیجا۔ اور اس کے ملک کے رؤسا نے اپنے واقفوں اور آشناؤں کے نام اُسے خطوط وغیرہ بھی دیئے۔ چنانچہ وہ گیا۔ اور ایک طبیب کے شاگردوں میں داخل ہو گیا ابھی دو تین روز ہی ہوئے۔ کہ طبیب کسی مریض کو دیکھنے گیا۔ اور اسے بھی قلمدان اٹھا کر ساتھ چلنے کو کہا۔ وہاں جا کر مریض کی نبض دیکھی۔ اور اُسے کہا کہ آپ نے کل چنے کھائے۔ بھلا آپ ایسے نازک مزاج کو چنے کہاں ہضم ہو سکتے ہیں۔ پیٹ درد اسی وجہ سے ہے۔ اسے نسخہ لکھکر دیا اور واپس آگئے۔ وہ طالب علم استاد کے مکان پر پہونچ کر کہنے لگا۔ کہ بس اجازت دیجئے۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ اس نے پوچھا۔ کیا

طب سیکھنے کا ارادہ

ترک کر دیا۔ اس نے کہا۔ نہیں بس میں پڑھ چکا۔ ہوشیار آدمی بہت جلد سیکھ سکتا ہے۔ وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے استاد نے کہا۔ کہ اتنی جلدی طب کہاں سیکھی جاسکتی ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں جی۔ ہوشیار آدمی کے لئے کیا مشکل ہے۔

اصل چیز

تشخیص ہے۔ سو اس کا گُر میں نے معلوم

کر لیا ہے۔ آگے علاج تو ہر ایک جانتا ہے۔ وطن پہونچا تو لوگوں نے کہا اتنی جلدی آگئے۔ اس نے کہا ہاں بس میں سیکھ آیا ہوں۔ ہوشیار آدمی جلد سیکھ سکتا ہے۔ وہاں کوئی رئیس بیمار ہؤا تو یہ طبیب صاحب بھی پہونچے۔ اور چارپائی کے نیچے نظر ڈالنے کے بعد کہا۔ کہ آپ نازک مزاج آدمی ہیں۔ آپ نے

گھوڑے کی زین

کھائی۔ بھلا وہ آپ کیونکر ہضم کر سکتے تھے۔ وہ رئیس غصہ سے بھر کر کہنے لگا۔ کہ گستاخی کرتے ہو۔ تمہیں علاج کے لئے بلایا ہے۔ یا ایسی باتوں کے لئے اور نوکروں سے کہا کہ اسے خوب پیٹو جب خوب پٹ چکا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اس طبیب نے جس سے میں نے طب سیکھی ایسی ہی بات کی تھی۔ وہ مریض کو دیکھنے گیا۔ تو میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور تاڑ تا رہا۔ کہ کیا کرتا ہے۔ اس نے چارپائی کے نیچے دیکھا۔

دو تین چنے کے دانے

پڑے تھے۔ اس نے مریض سے کہا۔ کہ تم نے چنے کھائے ہیں۔ میں نے سمجھا۔ جو چیز چارپائی کے نیچے پڑی ہو۔ وہی مریض نے کھائی ہوتی ہے۔ تو نقال ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کو ترقی یافتہ دیکھا۔ تو اس کے کاموں کی نقل شروع کر دی۔ مگر اس وجہ سے کہ کبھی اس سے مضحکہ انگیز صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ ایک معمولی طاقت ہے۔ یا بُری چیز ہے۔ اس میں زبردست طاقت ہے۔ اور جس طرح اس سے بُری باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی یہ

اچھی تبدیلیاں

بھی پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فتح مکہ تک عرب لوگ سمجھ سمجھ کر اسلام قبول کر رہے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد ان میں سے بہتوں نے محض نقل کے طور پر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ گویا اسلام قبول کرنا اس وقت فیشن ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک دریا ہے۔ جو امڈا چلا آرہا ہے۔ دس دس اور بیس بیس ہزار افراد پر مشتمل قبائل ایک

وقت میں اسلام قبول کرتے تھے۔ اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس بارہ میں وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور کہتے تھے جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو۔ ہمارا مخالف قبیلہ پہلے داخل ہو جائے۔ تو وہ اسلام نقل کا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

زکوٰۃ کا فتنہ

جب اٹھا۔ تو وہی نقال جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی۔ انہوں نے کُفر کی طرف لوٹ جانے میں بھی جلدی کی ایسے سب قبائل نے ارتداد اختیار کر لیا۔ حتیٰ کہ سارے عرب میں صرف تین جگہ نماز باجماعت ہوتی تھی۔ یہ اتنا نازک وقت تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر انسان نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کہ اس وقت ہمیں ذرا نرمی اختیار کرنی چاہیئے

سارے ملک میں بغاوت

ہو گئی ہے۔ مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ کہ جو لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی زکوٰۃ میں دیتے تھے۔ جب تک وہ یہ رسی اب بھی نہ دینے لگیں۔ میں ان سے لڑائی بند نہیں کروں گا۔ خواہ خطرہ اتنا بڑھ جائے۔ کہ دشمن مدینہ میں آ جائے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں

مسلمان عورتوں کی لاشیں

پڑی ہوں جنہیں کُتے گھسیٹتے پھریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ان سے گفتگو کر کے باہر نکلے۔ تو آپ کے دوستوں نے جو انتظار میں کھڑے تھے۔ اور اسی فکر میں تھے۔ پوچھا۔ کچھ کامیابی ہوئی تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اس بڈھے کو بہت کمزور دل کا سمجھتا تھا۔ مگر یہ تو ہم سب سے زیادہ بہادر ہے۔ اور آخر خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کو دوبارہ عرب میں قائم کیا۔ اور تربیت کے ماتحت وہی عرب سچے مسلمان بن گئے

غرض **نقل ایک زبردست طاقت ہے**

جو کبھی نیکی کے پھیلنے میں ممد ہوتی ہے اور کبھی بدی کے پھیلنے میں۔ چنانچہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہی نقل جس نے ایک دفعہ اسلام کی اشاعت میں مدد کی تھی۔ دوسرے وقت میں اس کے شعار کو مٹانے میں مدد کی۔ اور وہ لوگ جو داڑھیاں رکھتے تھے۔ ان سے داڑھیاں منڈوانے لگی۔ کبھی اس نے خدا اور رسول پر ایمان کے اظہار میں مدد دی اور کبھی انکار میں

پس نقل اپنی ذات میں نہ اچھی ہے اور نہ بُری۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

من تشبه بقوم فهو منه

نقل کرنے والا اگر اچھی چیز کی نقل کرتا ہے۔ تو وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ اور اگر بُری چیز کی نقل کرتا ہے۔ تو بُرا ہو جاتا ہے۔ نقل ایک شیشے کے کٹورے کی مانند ہے۔ اس میں اگر دودھ ڈالا جائے تو دودھ نظر آ جاتا ہے۔ اور اگر پانی ڈالا جائے۔ تو پانی۔ اس میں کالا رنگ ڈالا جائے۔ تو وہ کالا نظر آتا ہے۔ اور اگر سُرخ رنگ ڈالا جائے۔ تو سُرخ۔ غرض وہ ہر رنگ کے قبول کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

درحقیقت اس زبردست طاقت کو اللہ تعالےٰ نے انسان کی بہتری کے لئے پیدا کیا ہے۔ تا کامیابی کے راستہ پر اس کا سفر اس کے لئے آسان ہو جائے۔ گو گندے لوگ اسے بُری طرح استعمال کرنے لگ جاتے ہیں جیسے اور پاکیزہ اشیاء کو لوگ بُری طرح استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس طاقت کی پیدائش کی اصل غرض

یہ ہے کہ صداقت ایک وقت تک جد وجہد کرنے کے بعد جب اپنا سکہ جما لے تو پھر اس کی اشاعت میں سہولت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ جب کوئی قوم ایسے مقام پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کہ لوگ اس کی نقل کریں۔ تو وہ کامیاب ہو جاتی ہے۔ ورنہ ایک ایک اور دو دو کو منوانا بڑا لمبا کام ہے۔ اس طرح منوانے کے لئے ایک بڑا لمبا عرصہ کامیابی کے لئے درکار ہوتا ہے۔ اور دنیا کب تک انتظار کر سکتی ہے۔ چنانچہ اپنی ترقی کو ہی دیکھ لو۔ اگر لوگ اسی طرح ہماری جماعت میں داخل ہوتے رہیں جس طرح اب ہوتے ہیں۔ یعنی ایک ایک دو دو یا جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں داخل ہوتے تھے۔ تو شائد ہم ہزار سال میں اتنے لوگوں کو بھی احمدی نہ کر سکیں۔ جتنے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ تک اسلام لائے تھے۔ کامیابی اسی وقت ہوتی ہے جب لوگ نقل کرنے لگیں۔ اگر جس چیز کی نقل کی جائے سچی ہو تو اس کی نقل کرنے والے بھی عقل والوں جیسے ہی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ تربیت سے سچائی ان کے دلوں میں بٹھا دی جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ دخول کے وقت وہ نقل سے کام لیتے ہیں۔ اور عقل بعد میں آتی ہے مگر

نیک امر کی نقل

کرنے والا باوجود اس کے کہ اسے ابھی عقل سے حصہ نہیں ملا ہوتا۔ بوجہ اس کے کہ وہ اچھی اور معقول بات کی نقل کر رہا ہوتا ہے۔ دوسروں سے ذہین ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ

پیرے کی مثال

سنائی ہے۔ وہ کم عقل آدمی تھا۔ صرف نقل سے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا۔ مگر جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اسے کہا کہ تم قادیان کیوں رہتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں کوئی پڑھا لکھا آدمی تو ہوں نہیں صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب ریلوے سٹیشن سے بارہ میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ اور لوگ خود بخود ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ مگر آپ روز سٹیشن پر آتے ہیں۔ اور آپ کی جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی آپ کو کوئی نہیں پوچھتا یہ دلیل اس کی ٹھیک تھی۔ گو اسی حد تک۔ جس حد تک پیرے کے ایمان کا سوال تھا۔

دُنیا کی جتنی تسلی نقل سے ہوتی ہے اتنی دلائل سے نہیں ہوتی۔ نقل میں

پونچھ پکڑنے والی بات

ہوتی ہے۔ سچائی جب ایک حد تک ترقی کر جاتی ہے۔ تو لوگ اس میں داخل ہونے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس وقت وہ کوئی معمولی سی دلیل بھی سُن لیں۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ بس اب ہم سمجھ گئے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس دھوبی کی سی ہوتی ہے۔ جسے کہتے ہیں روز گھر والوں سے

روٹھنے کی عادت

تھی۔ ایک دن اس کے بیوی بچوں نے فیصلہ کیا۔ کہ اگر اب یہ روٹھے۔ تو اسے منایا نہ جائے۔ کیونکہ روز منانے سے یہ سر چڑھ گیا ہے۔ اگلے روز وہ پھر روٹھ گیا اور کہنے لگا۔ میں گھر میں نہیں رہوں گا۔ اور بیل کو لے کر باہر چلا گیا۔ دن بھر انتظار کرتا رہا۔ کہ کوئی منانے آئے گا۔ مگر کوئی نہ آیا۔ ادھر بھوک نے تنگ کیا۔ تو شام کے وقت بیل کو چھوڑ دیا۔ اس نے گھر کو ہی جانا تھا۔ کیونکہ اسے یہی عادت تھی۔ کہ صبح گھر سے آتا۔ اور شام کو گھر چلا جاتا۔ دھوبی نے اس کی دُم پکڑ لی۔ اور پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا۔ کہ چھوڑ دو بھی یار۔ تم مجھے یونہی زبردستی گھر لے جا رہے ہو میں نہیں جانا چاہتا۔ گھر آ گیا۔ تو جب کوئی قوم ایسے مقام پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کہ دوسرے اس کی نقل کرنے لگیں۔ تو پھر ڈر اور خوف جاتا رہتا ہے، لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ یہ قوم صبح شام، دن رات بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اور اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ممکن ہے۔ اس کی مخالفت سے ہم پر کوئی عذاب آئے۔ اور وہ اس کے ساتھ ملنے کے لئے

بہانے کی تلاش

میں لگ جاتے ہیں۔ اور جب کوئی جا کر تبلیغ کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ اس طرح تو آج تک ہمیں کسی نے سمجھایا ہی نہ تھا۔ اور جھٹ ایمان لے آتے ہیں۔ تو نقل دونوں طرح کام کرتی ہے۔ مگر یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ایک حد تک

طاقت کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جب تک اس خاص معیار پر کوئی قوم نہ پہونچ جائے۔ لوگ اس کی نقل نہیں کرتے۔ پس ماننا پڑے گا۔ کہ نقل میں بھی فائدے ہیں۔ اور خدا نے اسے بے وجہ پیدا نہیں کیا۔ اور فائدہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ دین کی اشاعت میں بھی اس سے مدد لیتا ہے۔ داخل ہو چکنے کے بعد منوانا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ داخل ہونے کے بعد انسان حکومت کے اندر آ جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وہ سہولت پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ تا اسے حاصل کیا جا سکے۔ لوگ آج

عقائد کے بارہ میں ہماری نقل

کر رہے ہیں۔ آج لوگ اگرچہ یہ نہیں جانتے کہ وفات مسیحؑ سے اسلام کے کیا فوائد وابستہ ہیں۔ مگر وہ اُسے مانتے ہیں۔ سارے قرآن کو محفوظ سمجھنے کے فوائد وہ نہیں جانتے مگر یہ عقیدہ ان کا ہو گیا ہے۔ الہام کے جاری ہونے کی پوری حکمت کو وہ نہیں سمجھتے۔ مگر عیسائیوں اور آریوں سے مقابلہ کے وقت وہ

اسلام کی فضیلت

کے طور پر اسے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ صفات الٰہیہ کے کمال کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ سب قوموں میں نبیوں کی آمد تسلیم کی جائے۔ مگر دوسروں کے سامنے وہ یہ کہنے لگ گئے ہیں۔ کہ اسلام کی یہ تعلیم ہے لیکن ابھی ہمارے اعمال کی لوگوں نے نقل شروع نہیں کی۔ اور میں نے پچھلے بعض خطبات میں بتایا تھا۔ کہ اس رستہ میں ہمارے لئے کچھ دقتیں ہیں۔ اور یہ بھی بتایا تھا۔ کہ جب قوت ارادی یکساں ہے تو یہ امتیاز کیونکر پیدا ہوا ہے۔ میرے اس

بیان کا خلاصہ

یہ ہے۔ کہ اس کی وجہ قوت متاثرہ کی کمزوری اور اس کے معاونین کا نقص ہے۔ ایک چاقو سے ہم مسنگرہ کاٹ سکتے ہیں۔ مگر لوہے کی سلاخ نہیں کاٹ سکتے۔ ریتی سے لوہے کو چھیل سکتے ہیں مگر ہیرے کو نہیں۔ کیونکہ وہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اعمال کے متعلق ہماری روکیں عقائد کی روکوں سے زیادہ سخت ہیں۔ اور وہ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ کیا ہیں۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہے۔ کہ ان روکوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اگر ہم دوسروں پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں پہلے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اس سے ہمارے اندر ایسی قوت پیدا ہو جائے گی۔ کہ دوسروں کی اصلاح کر سکیں دوسروں سے نقل کرانے کے لئے

بہادری اور استقلال

کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کوئی قوم مضبوطی سے ان چیزوں پر قائم ہو جاتی ہے۔ تو دوسرے خود بخود اس سے مرعوب ہونے لگتے ہیں۔ اور پھر اس کی نقل شروع کر دیتے ہیں۔ جب دنیا میں لوگ بُری سے بُری باتوں کی نقل کرتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ اچھی باتوں کی نہ کریں۔ اب

انگریزوں میں ناچ

کا رواج ہے مگر پہلے اسے بُرا سمجھا جاتا تھا مگر آہستہ آہستہ لوگوں نے اسے اختیار کرنا شروع کیا۔ پہلے پہلے عورت اور مرد ہاتھ بچا کر ناچتے تھے۔ پھر سینہ کی طرف سینہ کرنے پھر یہ سلسلہ ترقی کر کے فاصلہ ایک انگلی تک آ گیا۔ اور اب بہت جگہ پر یہ بھی اُڑتا جاتا ہے۔ تو جس چیز کو بہادری اور استقلال سے قائم رکھا جائے۔ لوگ اس کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔ ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں جب پہلے پہل داڑھیاں منڈوانے کا حکم دیا گیا۔ تو بعض درباریوں نے اپنے عہدے ترک کرنے اور دربار سے نکلنا منظور کر لیا۔ مگر داڑھیاں منڈوانے پر رضامند نہ ہوئے۔ مگر آج کوئی داڑھی رکھنا پسند نہیں کرتا۔ تو ہر چیز کے بدلنے سے پہلے ایک طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب لوگ اسے پیدا کر لیتے ہیں۔ تو دوسرے ان کی نقل شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب تک وہ پیدا نہ ہو نقل کرانا دشوار ہوتا ہے۔ اور ہم نے اپنے اندر اسی طاقت کو پیدا کرنا ہے۔ مگر اس کے رستہ میں بہت سی روکیں ہیں جن کے مقابلہ کے لئے ہم نے قواعد تجویز کرنے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں اپنے

نفسوں کی قربانی

اور ایک ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک یہ چیزیں ہمیں حاصل نہ ہوں گی۔ ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ چیزیں کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس کے متعلق تفصیلی طور پر تو میں ابھی بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ

تحریک جدید کا دوسرا حصہ

ہے۔ اور اس کے بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ پہلا حصہ پورا ہو جائے جب تک پہلی امتحان پاس نہ کر لیا جائے دوسرے کی طرف قدم اٹھانا کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے

جماعت کو بارہا توجہ

دلائی ہے۔ کہ وہ ان مشکلات پر اور ویسی ہی دوسری مشکلات پر جو ہمارے سامنے آئیں غور کرے کہ ان کا کیا علاج ہے وہی علاج ہماری کامیابی کا علاج ہو گا۔ ہر احمدی اس بات پر غور کرے اور یقیناً آپ میں سے ہر ایک کا دل یہی گواہی دے گا۔ کہ ہمارے ارادہ میں کمی نہیں۔ ارادہ اعمال کی اصلاح کے متعلق بھی ویسا ہی ہے جیسے عقائد کی اصلاح کے بارہ میں

نقص قوتِ متاثرہ میں ہے

جن پر ہمارے ارادہ نے اثر انداز ہونا ہے۔ ان میں نقص ہے۔ ہمارے پاس چاقو موجود ہے۔ مگر جس چیز کو اس سے کاٹنا ہے۔ وہ اس سے زیادہ سخت ہے۔ یا ہمیں اس کو نرم کرنا پڑے گا۔ اور یا پھر چاقو کو تیز کرنا ہو گا۔ اس کے سوا چارہ نہیں سخت چیز کو نرم کر کے بھی اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جیسے سونا چاندی ہے۔ اس کا کشتہ بنا لیا جاتا ہے۔ لوہا کتنی سخت چیز ہے۔ مگر اس کا بھی کشتہ بنا لیا جاتا ہے۔ پس یا تو

قوت ارادی کو زیادہ مضبوط کرو۔

اور یا پھر قوت متاثرہ کے نقص کو دور کرو۔ یہی دو علاج ہیں۔ اگر ہم اپنے ارادوں میں اتنی طاقت پیدا کر لیں۔ کہ وہ سب روکوں کو مٹا دے۔ تو پھر بھی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور ایسی قوت ارادی ایمان سے ہی پیدا ہو سکتی ہے ایمان جس قدر مضبوط ہو گا۔ اسی قدر قوت ارادی مضبوط ہو گی۔ اگر ایمان کمزور ہو۔ تو قوت ارادی بھی کمزور ہو گی حضرت مسیح ناصری نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تمہارے اندر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ تو تم پہاڑوں کو چلا سکتے ہو۔ مگر جب تک یہ مقام حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک

جد وجہد کی بہت زیادہ ضرورت ہے

بے شک یہ ہو سکتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ہم میں سے بعض کو وہ مقام دیدے کہ ہم جو چاہیں ہو جائے۔ مگر ساری جماعت یہ مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ باقیوں کے لئے جد وجہد کی ضرورت پھر بھی باقی رہیگی۔ اور اس کے لئے ہم کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کونسی تدابیر ہیں جن سے ساری جماعت کامیابی کا منہ دیکھ سکے۔ اور ان روکوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ہمارے رستہ میں ہیں۔ ایسے علاج تجویز کرنے چاہئیں۔ کہ باوجود ان کے ہم کامیاب ہو سکیں۔ وہ تدابیر کیا ہیں۔ ان کی تفاصیل تو میں ابھی بیان نہیں کر سکتا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور جماعت احمدیہ کے عقائد

مولانا کے اعتراضات کے مدلل جوابات

(از ابوالعطاء مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری سابق مبلغ بلاد عربیہ)

مکاتیب آزاد کا سبب تحریر

اخبار "زمیندار" (۲۶ جون) میں "قادیانیت کے کاسہ سر پر ایک اور کاری ضرب" اور حضرت مولانا ابوالکلام کا معرکہ آراء بیان کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد کے دو خط شائع ہوئے ہیں۔ جنہیں دوسرے مسلمان اخبارات نے بھی نقل کیا ہے۔ ان خطوط کے معرض وجود میں آنے کی تقریب بقول ایڈیٹر زمیندار یوں ہے کہ سید فضل شاہ صاحب مالک شاہ جہان ہوٹل بمبئی چاہتے تھے۔ کہ "قادیانیت کے متعلق حضرت مولانا کی رائے حاصل کریں۔ اور اگر وہ ایسی رائے ہو۔ کہ اسے قادیانیوں کے خلاف ایک حجت قاطع کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ تو اسے دنیا کے سامنے پیش کر دیں۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مولانا ابوالکلام کی رائے کا "قادیانیوں کے خلاف حجت قاطع" ہونا یقینی نہیں تھا۔ بلکہ ایک احتمالی بات تھی۔ پھر یہ بھی واضح ہے۔ کہ احمدیت کے خلاف آج تک جس قدر فتاوے اور علماء کی آراء حیطۂ تحریر میں آچکی ہیں۔ ان کی حیثیت حجت قاطع کی نہیں۔ یا کم از کم شاہ صاحب موصوف اور ایڈیٹر صاحب زمیندار ان تمام فتاوے کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور وہ اسی فکر میں تھے کہ کسی طرح ابوالکلام سے "قادیانیوں کے خلاف ایک حجت قاطع" کے طور پر استعمال ہو سکنے والی رائے لے کر دنیا کے سامنے پیش کر دیں اہل دانش و بینش سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے مخالفوں کا اس طرح تنکے کا سہارا لینا ان کی کھلی ہوئی شکست ہے۔

ناروا طریق

ان خطوط کے منصۂ شہود پر لانے کے لئے شاہ صاحب نے جو طریق اختیار کیا۔ وہ بقول ایڈیٹر زمیندار یہ ہے کہ انہوں نے ایک لطیف ساحیلہ کرنے میں مضائقہ نہ سمجھا یعنی چٹھی حضرت ابوالکلام آزاد کو اس انداز میں لکھی۔ کہ گویا خدانخواستہ آپ اسلام کا دامن چھوڑ کر قادیانیت سے رشتہ جوڑنے پر آمادہ ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے لئے اس قسم کی چٹھی جس قدر اضطراب کا باعث ہو سکتی تھی۔ وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ صاحب کے خط کے جواب میں دو تفصیلی مکتوب سپرد قلم فرمائے۔ غور فرمائیں کہ اتنی سی بات کے لئے شاہ صاحب کو "ایک لطیف ساحیلہ" کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟ کیا ان کے نزدیک اس کے بغیر مولانا آزاد اپنی رائے در بارہ احمدیت کا اظہار نہ کرتے۔ یا اس رائے کا اظہار نہ کرتے جو انہیں مطلوب تھی۔ اگر یہ بات ہے۔ تو مولانا آزاد کو الساکت عن الحق کا وعید سنانا کافی تھا۔ یقیناً مولانا کا وہ بیان جو انہیں "غیر معمولی اضطراب" میں ڈال کر حاصل کیا گیا۔ عقلمندوں کے لئے شائستہ التفات نہیں۔ مگر تعجب ہے کہ "زمیندار" اس مضطربانہ بیان کو جس کے ایک ایک فقرہ سے مولانا آزاد کی اضطرابی کیفیت عیاں ہے" بصیرت افروز تبصرہ" قرار دے رہا ہے

اضطراب کی مونہہ بولتی تصویر

کہا جاتا ہے کہ سید فضل شاہ صاحب کو مولانا ابوالکلام آزاد سے ایک خاص عقیدت ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ کہ شاہ صاحب نے مولانا آزاد کے مضطربانہ خطوط کو پریس میں دے کر کسی خاص عقیدت کا ثبوت نہیں دیا۔ ہمیں مولانا ابوالکلام کا احترام مدنظر ہے۔ لیکن ان کے شائع شدہ خطوط پر تبصرہ کا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ ہم ایڈیٹر صاحب زمیندار سے اتفاق کرتے ہوئے ان کے اس بیان کو مضطربانہ بلکہ مضطرانہ بیان قرار دیں۔ لفظی اضطراب کے ثبوت میں ہم آزاد صاحب کا بار بار محمد الرسول لکھنا پیش کرتے ہیں۔ جسے کوئی صاحب علم صحیح ترکیب قرار نہیں دے سکتا۔ اور معنوی اضطراب کے لئے منجملہ دیگر امور کے ان کا فقرہ "ہم نہیں جانتے مجدد کیا بلا ہوتی ہے" کافی ثبوت ہے مجھے تو اس جھنجھلاہٹ۔ مضطرانہ طیش اور ژولیدہ عبارتوں کو دیکھ کر شبہ ہو رہا ہے۔ کہ یہ سطور مولانا آزاد کے قلم سے نکلی ہوں۔ لیکن چونکہ ان کے ایک عقیدت کیش نے اظہار عقیدت کا ذریعہ ان کے نام سے ان خطوط کی اشاعت میں سمجھا ہے اس لئے جب تک خود مولانا آزاد ان کی تردید نہ کر دیں۔ ہم ان خطوط کو ان کے ہی قرار دیں گے۔

مولانا ابوالکلام کے دو مکاتیب

مولانا ابوالکلام اپنے پہلے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں آپ (سید فضل شاہ صاحب) کو ایک موٹی بات لکھتا ہوں۔ اگر غور کیجئگا تو انشاء اللہ ہر طرح کے اضطراب و شکوک دور ہو جائیں گے۔ آپ دو باتوں پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں۔ ایک یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دوسری یہ کہ انسان کی نجات کے لئے جن جن باتوں کے ماننے کی ضرورت تھی۔ وہ سب اس نے صاف صاف بتلا دی ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی اعتقاد شرط نجات ہو۔ اور اس نے صاف و صریح نہ بتلا دیا ہو۔ اگر یقین رکھتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ رکھتے ہیں۔ تو غور کیجئے اگر ایک زمانے میں مسلمانوں کے لئے کسی نئے ظہور پر ایمان لانا ضروری تھا تو کیا ضروری نہ تھا۔ کہ قرآن اس کا صاف و صریح حکم دیتا۔ کم از کم اتنی صراحت کے ساتھ جتنی صراحت کے ساتھ اقیموا الصلوٰۃ اور اٰتوا الزکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے؟ اچھا قرآن کی ایک ایک آیت دیکھ جائیے کہیں آپکو یہ حکم ملتا ہے کہ ایک زمانے میں کوئی نیا نبی یا مسیح یا مجدد یا محدث (بالفتح) مبعوث ہوگا۔ اور مسلمانوں کیلئے ضروری ہوگا۔ کہ اسے پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں اگر کوئی ایسا حکم نہیں ملتا۔ تو پھر آپ پر کونسی مصیبت آپڑی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اس جھگڑے میں پڑیں اور ایک نئے ایمان اور نئی شرط نجات کی سراغ میں نکلیں"

دوسرے خط میں لکھتے ہیں:۔

"جو لوگ کہتے ہیں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ ہر صدی کے کسی مجدد پر ایمان لائیں۔ ان سے پوچھئے کہ یہ حکم کس قرآن میں نازل ہوا ہے۔ اگر قرآن سے مقصود وہ قرآن ہے۔ جو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ تو بتلائیے کس پارہ کس سورت کس آیت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ اگر نہیں کہی گئی ہے تو ہمیں کونسی ضرورت ہے کہ اس لغویت میں پڑیں۔ ہم نہیں جانتے مجدد کیا بلا ہوتی ہے ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی آخری اور کامل ہدایت آچکی ہے جس کا نام قرآن ہے اور جس کے لئے مبلغ محمد الرسول اللہ تھے جو انسان اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے وہ اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں جانتے اور نہ جاننے کی ہمیں ضرورت ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ نجات و سعادت کے حصول کے لئے یہ کافی نہیں اور کسی مجدد پر بھی ایمان لانا ضروری ہے وہ یا تو اسلام پر بہتان لگاتا ہے یا اسلام کی بو بھی اس نے نہیں سونگھی ہے۔ باقی رہا نزول مسیح کا معاملہ تو یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے۔ اور اگر کسی زمانہ میں مسلمانوں کی نجات و سعادت اس پر موقوف رہنے والی تھی۔ تو ضروری تھا کہ قرآن صاف صاف اسے بیان کر دیتا۔ اسی طرح صاف صاف جس طرح اس نے تمام مہمات دینیہ و اعتقادیہ بیان کر دی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن میں کوئی تصریح موجود نہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے اعتقاد پر مجبور ہوں ہمارا اعتقاد ہے کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا ہے اور دین کامل ہو چکا۔"

مولانا آزاد کے بیانات کا خلاصہ

قارئینِ کرام! مولانا ابوالکلام کے یہ وُہ مایۂ ناز خطوط ہیں۔ جنہیں "زمیندار" اور دیگر اخبارات بڑے فخر سے شائع کر رہے ہیں۔ ان خطوط میں مولانا نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے۔ وُہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور جو اعتقاد شرطِ نجات تھا۔ وُہ اس نے صاف وصریح بتلا دیا ہے:۔

(۲) اگر مسلمانوں کے لئے قرآن کے بعد کسی نئے ظہور پر ایمان لانے کی ضرورت ہوتی۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ قرآن اس کا صاف وصریح حکم دیتا۔ اور اس میں اتنی صراحت ضروری تھی۔ جتنی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کے حکم میں ہے:۔

(۳) قرآن میں کہیں حکم نہیں۔ کہ مسلمان کسی زمانہ میں کسی نئے نبی یا مسیح یا مجدد یا محدث کو پہچانیں۔ اور اس پر ایمان لائیں:۔

(۴) جبکہ ایسا حکم موجود نہیں۔ تو پھر مسلمانوں پر کیا مصیبت آپڑی ہے۔ کہ اس جھگڑے میں پڑیں۔ اور ایک نئے ایمان اور نئی شرطِ نجات کی سُراغ میں نکلیں:۔

(۵) قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا۔ اس کی معرفت کا حصُول اور اس پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا؟

(۶) جبکہ ایسا نہیں لکھا۔ تو ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کہ مجدد کو ماننے کی لغویت میں پڑیں۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے؟

(۷) ہم صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ قرآن مجید اللہ کی آخری اور کامل ہدایت ہے۔ اور حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مبلّغ ہیں۔ جو اس پر ایمان لاتا۔ اور اس کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کرتا ہے۔ اس کے لئے نجات ہے۔ اس سے زیادہ نہ ہم جانتے ہیں۔ نہ اس کی ضرورت سمجھتے ہیں:۔

(۸) جو شخص نجات کے لئے کسی مجدد پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔ وُہ یا تو اسلام پر بہتان لگاتا ہے یا اسلام کی بو بھی اس نے نہیں سُونگھی ہے۔

(۹) نزولِ مسیح کا معاملہ بے شک "ایک نہایت اہم معاملہ" ہے۔ لیکن قرآن میں اس کے لئے کوئی تصریح موجود نہیں پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم اس کے اعتقاد پر مجبُور رہوں۔

(۱۰) ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے۔ نہ حقیقی قرآن آچکا ہے۔ اور دین کامل ہوچکا ہے"

بعض باتوں سے اتفاق

مولانا کی بیان کردہ باتوں میں سے بعض کے ساتھ ہمیں کلی اتفاق ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ قرآن مجید کامل اور آخری ہدایت ہے۔ ہمیں اس سے پورا اتفاق ہے ہمارے سارے عقائد کی بنیاد ہی اس پر ہے۔ ہم ہرگز اس بات کے قائل نہیں۔ کہ قرآن پاک کے بعد کوئی دوسری شریعت آسکتی۔ یا قرآن مجید کا کوئی حکم منسُوخ ہوسکتا ہے۔ انہوں نے کہا ہے۔ کہ قرآن مجید نے جملہ شرائطِ نجات کو صاف وصریح بیان کر دیا ہے۔ ہم اس بارہ میں بھی ان سے پورے طور پر متفق ہیں اور سچ مچ اگر قرآن مجید ان تمام شرائط کو بیان نہ کر دیتا۔ تو وُہ یقیناً ناقص ہوتا۔ نہ کہ کامل اور آخری شریعت۔ اور ہرگز ضرورت نہیں۔ کہ ہم کسی نئی شرطِ نجات کی سراغ میں نکلیں۔ ان امُور میں ہمیں مولانا آزاد سے ہرگز اختلاف نہیں۔ ہاں ہمیں ان کے بیانات میں چند امُور خلاف قرآن اور خلافِ حقیقت نظر آتے ہیں۔ اور ہم ان کی غلطی ازروئے قرآن مجید واضح کرنا چاہتے ہیں:۔

غیر احمدی خیالات پر کاری ضرب

لیکن سب سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ عقلمند مسلمانوں کو ان نادان اخبار نویسوں کی عقلوں پر ماتم کرنا چاہیئے۔ جو مولانا آزاد کے بیان کو "قادیانیت کے کاسۂ سر پر کاری ضرب" قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مولانا آزاد نے مجددوں کی آمد کا انکار کر کے۔ اور ان کے ماننے کو لغویت۔ اور اُن کے وجُود کو "بلا" قرار دے کر اہلِ سنت والجماعت کے عقیدہ پر خطرناک ضرب لگائی ہے۔ ہاں پھر انہوں نے یہ کہہ کر کہ:۔ "ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ اب نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے۔ نہ حقیقی" تمام مسلمان کہلانے والوں کے اجماعی عقیدہ پر خطرناک حملہ کیا ہے اور اس پر کاری ضرب لگائی ہے:۔

کیا ایڈیٹر صاحب "زمیندار" یا کوئی اور بتا سکتا ہے۔ کہ ایک صدی پیشتر تک مسلمانوں کے کس فرقہ۔ یا کس مستند عالم نے نزولِ مسیح کے بروزی یا حقیقی رنگ کا انکار کیا ہے؟ یا آج کونسے متدین علماء اس کا انکار کر رہے ہیں۔؟ تھوڑے سے غور سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ دراصل مولانا آزاد کا بیان اگر کسی کے کاسۂ سر پر کاری ضرب ہے۔ تو وُہ شیعوں اور سُنیوں کے عقائد کا کاسۂ سر ہے۔ اور ان کا بیان احمدیت کی صداقت پر تو ایک زبردست دلیل ہے۔ اور وُہ اس طرح کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانہ میں جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا نام لینا کافر قرار دینے کا موجب تھا اور غیر احمدی کہلانے والوں میں سے سوائے کسی مغرب زدہ کے کوئی وفاتِ مسیح کا قائل نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ:۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسےٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وُہ تخم بویا گیا۔ اور اب بڑھے گا۔ اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں۔ جو اس کو روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین ص۶۵)

اور آج جبکہ اس اعلان پر ابھی آدھی صدی بھی نہیں گزری۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایسے مسلمانوں کے مذہبی لیڈر ہونے کے دعویدار انتظار حضرت مسیح ناصری علیہ السلام سے نا امید اور بدظن ہوکر اس جھُوٹے عقیدہ کو چھوڑ رہے ہیں کیونکہ جس مسیح موعود نے آنا تھا۔ وُہ آچکا اب دُوسرے کی انتظار بے سُود ہے۔ اسی لئے وُہ فرما گیا ہے

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عُمرِ دُنیا سے بھی اب تو آگیا ہفتم ہزار

مولانا آزاد سے اختلاف

ہم کہہ چکے ہیں۔ کہ مولانا آزاد کی بیان کردہ باتوں میں سے بعض سے ہم کو شدید اختلاف ہے۔ اور ہم ان کی غلطی ان پر واضح کریں گے سو وُہ باتیں یہ ہیں:۔

اول۔ وُہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن نے کسی نئے ظہور پر ایمان لانے کا صاف وصریح حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی کسی نئے نبی یا مسیح یا مجدد یا محدث کو پہچاننے اور ماننے کا ارشاد فرمایا ہے

دوم۔ ان کے نزدیک نزولِ مسیح کا معاملہ بلاشُبہ "ایک نہایت اہم معاملہ" ہے لیکن وُہ کہتے ہیں۔ جبکہ قرآن میں اس کی تصریح موجود نہیں۔ تو ہم اس پر ایمان لانے کے لئے مجبُور نہیں:۔

سوم۔ وُہ مجدد کے وجُود کا انکار کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے کو "لغویت" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے شخص کو جو مجدد پر ایمان لانا ضروری سمجھے اسلام پر بہتان لگانے والا۔ یا اسلام سے ناآشنا قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اسے قرآن کو ناقص قرار دینے والا بتلاتے ہیں:۔

یہ وُہ تین امور ہیں۔ جن میں ہمیں مولانا ابوالکلام سے نصُوصِ قرآنیہ کی بناء پر شدید اختلاف ہے۔ اور چونکہ مولانا کو وہم ہے۔ کہ شاید جماعت احمدیہ قرآن مجید سے اس میدان میں عہدہ برآ نہ ہوسکے۔ نیز اس لئے بھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

"میرے اس دعوےٰ کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے۔ جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وُہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں (اعجاز احمدی ص۳۰)

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے

ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ بحث محض قرآن مجید سے ہو۔ لیکن بحث کے شروع کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس ذکر سے بہت حد تک عقدہ کشائی ہو سکتی ہے۔ سو یاد رہے۔ کہ ہمارے نزدیک بانیٔ سلسلہ احمدیہ چودھویں صدی کے مجدد اور امت محمدیہ کے خاتم الخلفاء۔ مسیح موعود اور غیر تشریعی نبی ہیں۔ آپ دُنیا کو قرآن مجید کی کامل شریعت پر چلانے کے لئے آئے تھے۔ آپ پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور مامور ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ پر ایمان لانا اس لئے ضروری نہیں کہ آپ کا نام غلام احمد اور آپ قادیان کے رئیس تھے۔ اور نہ اس لئے ضروری ہے۔ کہ محض ایک مسلمان یا صرف معمولی مجدد تھے۔ بلکہ ہمارے عقیدہ میں چونکہ آپ خلیفۃ اللہ تھے۔ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا اس لئے آپ کا ماننا ضروری اور ایمانیات میں سے ہے۔ دیکھ لیجئے اولین خلیفۃ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا انکار کرنے اور اس کی اطاعت سے روگردانی اختیار کرنے والوں کو کس طرح بارگاہِ ایزدی سے راندہ گیا۔ اور ان کا کیسا برا انجام ہؤا؟ اسی طرح اس خلیفۃ اللہ کے مکذب بھی الٰہی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ وہ نقطہ مرکزی ہے۔ جس پر ہمارے اس دعوے کا دارومدار ہے۔ کہ آپ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آگے اس خلیفۃ اللہ اور اس مامور کا الٰہی مصلحت کے ماتحت مسیح یا مہدی یا مجدد وغیرہ نام ہونا یہ بالکل الگ بات ہے۔ اس جگہ یہ امر زیر بحث نہیں کہ اس مامور کا نام مسیح یا مہدی وغیرہ کیوں رکھا گیا۔ بلکہ صرف یہ واضح کرنا مدنظر ہے۔ کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مامور اور نبی بنا کر بھیجا۔

کوئی نیا ایمان اور نئی شرط نجات نہیں

عقلی طور پر دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعوئ نبوت و ماموریت میں صادق ہوں۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہو۔ (۲) آپ اپنے دعوٰی میں نعوذ باللہ جھوٹے اور مفتری ہوں۔ دوسری صورت میں ہر عقلمند کہیگا کہ ان کی تکذیب کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا ضروری ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو۔ بلکہ پہلی صورت ہو یعنی وہ صادق ہوں۔ اور من جانب اللہ مامور ہوں۔ تو کیا کوئی دانشمند کہہ سکتا ہے۔ کہ اندریں حالت بھی ان پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

غیر احمدی کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو ہم ان کے دعوٰی میں کاذب سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان پر ایمان نہیں لاتے لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعوے میں راستباز بھی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں آپ پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر تم (احمدی) اس ایمان کو ضروری قرار دوگے۔ تو تم قرآن کو ناقص قرار دینے والے ٹھہروگے۔ اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے منکر قرار پاؤگے۔ اور "ایک نئے ایمان اور نئی شرط نجات کی سراغ میں" نکلنے والے سمجھے جاؤگے غیر احمدی دوست ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نجات کی کوئی نئی شرط پیش نہیں کرتے۔ اور ایمان کی کوئی نئی تعریف نہیں بتاتے۔ بلکہ وہی شرط نجات ہے جو قرآن مجید نے بار بار پیش کی۔ اور ایمان کی وہی اصطلاح ہے۔ جسے قرآن مجید نے بار بار دہرایا ہے۔ لہٰذا ہم آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے مصدق اور قرآن پاک کو کامل شریعت ماننے والے ہیں۔

ایمان کی جو شرائط قرآن مجید نے بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط خدا تعالیٰ کے سب نبیوں پر ایمان لانا بھی ہے۔ کیا یہ نئی شرط ہے؟ اس شرط کو ضروری قرار دینے والا قرآن کا منکر اور اسلام پر بہتان لگانے والا ہے؟ انصاف یہی چاہتا ہے۔ کہ آپ پکار اٹھیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو وہی پرانی شرط ہے۔ جو ابتدائے آفرینش سے ایمان کے لئے ضروری قرار پا چکی ہے اور قرآن مجید نے اس کی کھلی تصدیق کر دی ہے۔

ایک نبی کا انکار درحقیقت سب کا انکار ہے

قرآن پاک صاف بتلاتا ہے۔ کہ ایک نبی کا مکذب سارے نبیوں کا مکذب ہے دیکھیے سورۃ الشعراء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے مکذبین کے متعلق فرمایا ہے۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (۱۰۶-۱۰۷) کہ انہوں نے جب نوح کی تکذیب کی۔ تو سب رسولوں کی تکذیب کی۔ حضرت ہود علیہ السلام کے منکروں کے متعلق فرمایا۔ كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (۱۲۳-۱۲۴) کہ عاد قوم نے سب رسولوں کو جھٹلایا جبکہ انہوں نے حضرت ہود کی آواز پر کان نہ دھرے۔ ایسا ہی اسی سورۃ میں حضرت صالح۔ حضرت لوط۔ اور حضرت شعیب علیہم السلام کے مکذبوں کو جملہ انبیاء کا مکذب گردانا گیا ہے۔ آخر کیوں؟ بلحاظ واقع کے تو وہ ایک ہی نبی کے مکذب تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو سب نبیوں کے مکذب قرار دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر نبی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ایک کی تکذیب ایسی ہی ہے۔ جیسی سارے نبیوں کی تکذیب۔ چنانچہ مشہور تفسیر خازن میں بھی اس آیت کے نیچے لکھا ہے

"فان قلت کیف قال المرسلین و انما ھو رسول واحد وکذالک باقی القصص قلت لأن دین الرسل واحد وان الاٰخر منھم جاء بما جاء به الاول فمن کذب واحدًا من الانبیاء فقد کذب جمیعھم" (جلد ۳ صفحہ ۳۵۴)

پھر ایک اور آیت ہے۔ جو اس قانون کی مزید وضاحت کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسله ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسله ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولٰئک ھم الکٰفرون حقا واعتدنا للکافرین عذابًا مھینًا یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کریں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم رسولوں میں سے بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ اس کے درمیان راستہ نکالیں۔ یہ لوگ درحقیقت پکے کافر ہیں۔ اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں کھلے طور پر بتایا گیا ہے کہ مومن بننے کے لئے سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور جو شخص ایک نبی کو بھی نہیں مانتا وہ مومن نہیں ہے۔ پس بہر صورت جماعت احمدیہ کا یہ کہنا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ آپ خدا کے نبی ہیں ایسی بات نہیں ہے۔ جسے نئی شرطِ ایمان قرار دیا جاسکے۔

اکملیت قرآن کا عقیدہ اور حضرت مسیح کی آمد ثانی

مولانا ابوالکلام نے بار بار زور دیا ہے۔ کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے۔ کہ قرآن مجید کے بعد کسی نبی کے ماننے کی ضرورت ہے۔ تو اس کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قرآن مجید ناقص ہے۔ ہمارے نزدیک اگر تو مولانا کی مراد نبی سے صاحب شریعت جدیدہ نبی ہے۔

تو یقیناً ایسے نبی کا آنا قرآن مجید کے اعلان اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے صریح خلاف ہے۔ لیکن اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ خواہ وہ نبی قرآنی شریعت کا متبع اور اسی کی تلقین کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔ یا اپنے دوستوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں غیر تشریعی نبی کا آنا اس شریعت کے دائرہ فیض رسانی کی وسعت پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ اس کے ناقص ہونے پر۔ کیا مولانا آزاد یا ان کے مداح بتا سکتے ہیں۔ کہ مجتہدین امت کا ایک بڑا حصہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کی یہ تاویل کرتا رہا ہے۔ کہ وہ چونکہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔ لہٰذا ان کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا وہ لوگ اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکے۔ کہ اس طرح تو شریعت اسلامیہ ناقص ٹھہرتی ہے۔ اور اعلانِ الٰہی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ باطل قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اکمل ہونے کے باوجود نبیوں پر ایمان کیوں؟

اگر اس اصل کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ایک برہمو سماجی کہہ سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں کامل ہے۔ اس لئے نبیوں کا ماننا خدا تعالیٰ کے کامل ہونے کے منافی ہے۔ تم یا تو خدا کو ناقص مانو یا نبیوں کا انکار کرو ایسے شخص سے ہم یہی کہیں گے۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کامل ہے اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔ مگر نبیوں کے وجود سے اللہ تعالیٰ کے کمال میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ کے تابع اور اس کے حکموں پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ پس اسی طرح اگر نبیوں پر ایمان ضروری قرار دینا اللہ تعالیٰ کے کامل ہونے کے متضاد نہیں۔ تو نہ معلوم مولانا آزاد کو مسیح موعود پر ایمان کی ضرورت۔ سے قرآن مجید کے ناقص ہونے کا وہم کیوں پیدا ہو گیا۔

مسیح موعود پر ایمان تو اسی لئے ضروری ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے قرآن مجید کی صحیح تعلیم کو پیش کرنے والا ہے۔ ہاں اگر کہا جائے کہ جب وہ قرآن مجید کا ہی بیان کرنے والا ہے۔ تو پھر قرآن مجید پر ہی ایمان کافی ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جب سب نبی اللہ تعالیٰ کے احکام ہی بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور در اصل اسی باتیں انبیاء دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ تو کیوں محض اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کافی نہیں؟

بنی اسرائیل میں اکملیت تورات کے باوجود سلسلہ انبیاء

پھر ایک اور طرح سے اس مسئلہ کو باسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ اور اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے تا نزول قرآن کامل قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً لَّعَلَّھُمْ بِلِقَآءِ رَبِّھِمْ یُؤْمِنُوْنَ (الانعام) یعنے پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اور وہ کتاب عمدہ تعلیمات کے لحاظ سے کامل تھی۔ اور ہر چیز کی تفصیل اس میں موجود تھی۔ وہ ہدایت اور رحمت تھی۔ تاکہ بنو اسرائیل اپنے رب کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔ گویا نہایت واضح الفاظ میں تورات کو اپنے زمانہ اور اپنے دائرہ میں کامل شریعت تسلیم کیا گیا۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّ نُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا (المائدہ) کہ ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اس کے مطابق وہ انبیاء فیصلہ کرتے تھے جو تورات کے ماتحت تھے۔ یہودی قوم کے لئے۔ اس استدلال میں کوئی غموض اور ابہام نہیں۔ تورات بنی اسرائیل کے لئے مکمل شریعت تھی۔ لیکن پھر بھی ان میں پے در پے نبی آئے۔ اور ان کا ماننا ضروری تھا۔ کیا مولانا آزاد بتا سکتے ہیں۔ کہ ان انبیاء پر جو تورات کی تعلیم پر چلانے کیلئے آئے۔ یہود کے لئے ایمان لانا ضروری تھا؟ اگر تھا اور یقیناً تھا تو بتائیے کہ کیا اس سے اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے لئے تورات کا ناقص ہونا اور اللہ تعالیٰ کے اعلان تَمَامًا عَلَی الَّذِیْٓ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کا غلط ہونا تو لازم نہیں آتا؟

(باقی)

جہلم میں احرار کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف انتہائی بد زبانی

سر فضل حسین ڈاکٹر محمد عالم اور ملک لال خان پر نکتہ چینی

جہلم میں ۲ و ۳ جولائی کی درمیانی شب کو احرار کا ایک جلسہ زیر صدارت عبد الرحیم درزی منعقد ہوا۔ ایک چھوٹے بچہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے" پڑھی جس سے سامعین پر وجد طاری ہو گیا اور سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام نے احرار جیسے دشمنوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ پھر غلام نبی جانباز نے ایک نظم پڑھی۔ جس کے بعض اشعار قابل اعتراض تھے۔ بعد ازاں مسٹر مظہر علی نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ آج سے ۱۲ مہینے پہلے ہم کہاں تھے۔ اور اب کہاں ہیں۔ گذشتہ جون کے مہینہ میں اسلام اور مرزائیت کا مقابلہ گورداسپور کی عدالت میں ہوا۔ پھر ابتداء جون میں مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور نے جب فیصلہ دیا۔ تو مرزا محمود چلا اٹھا۔ اس وقت مرزائیوں کی کیا کیفیت تھی۔ انگریزی خوان طبقہ جو کسی احراری لیڈر کی نہ سنتا تھا۔ اس نے بھی کان دھرا اور اس پر مرزائیت کا پول کھل گیا۔ احرار کی دھاک بیٹھ گئی۔ جس کا اخبار سیاست نے بھی اعتراف کیا کہ مرزائیت کی مخالفت کر کے احرار ہر دلعزیز ہو چکے تھے اور اگر الیکشن ۱۹۳۵ء کے شروع میں ہوتا تو اس وقت کونسل کی ساری نشستیں ان کے ہاتھوں میں آ جاتیں۔ اور اگر مسجد شہید گنج کا معاملہ نہ چھڑتا تو سر فضل حسین ڈاکٹر عالم۔ سر سکندر حیات اور سید حبیب کامیاب نہ ہو سکتے یہ بات مخالف کی کہی ہوئی ہے۔

الزام دور کرنے کی ناکام کوشش

ہمیں الزام دیا جاتا ہے کہ ہم نے مسجد شہید گنج میں کام نہیں کیا۔ اگر ہم بھی لوگوں کی خواہشات پر چلتے تو ووٹیں حاصل کر سکتے تھے۔ مگر ہمیں معلوم تھا کہ مسجد نہیں ملتی زلزلہ کوئٹہ آیا تو مجلس احرار نے ہندوؤں سکھوں اور مسلمانوں کی خدمت کی ہر طرف سے آواز آ رہی تھی "احرار زندہ باد" لیکن اب ہمیں غدار کہا جاتا ہے۔ وہ وقت یاد کرو جبکہ عطاء اللہ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں قادیان گیا اور اس نے اعلان کیا کہ مرزائیو تم انگریز کو اولو الامر کہتے ہو۔ ایک طرف اللہ کی حکومت اور دوسری طرف انگریز کی حکومت مانتے ہو۔ یاد رکھو تمہاری جھوٹی نبوت حکومت کے کھونٹے پر ہے اگر یہ کھونٹا ہمارے قبضہ میں آ گیا تو تم کیا کرو گے۔ اگر ہم ملک کی خواہشات کے ساتھ مسجد کے معاملہ میں بہتے یا سول نافرمانی کرتے تو ہم ووٹیں حاصل کر سکتے تھے۔ مگر ہم نے یہ طریق اختیار نہ کیا۔ لوگوں نے ہمیں غدار کہا۔ کیا ہمیں یہ طریق نہ آتے تھے۔ لیکن اس طرح مسجد نہیں مل سکتی تھی۔ کونسلوں میں جا کر مسجد واپس نہیں مل سکتی۔ ڈاکٹر عالم کہتا ہے کہ کونسلوں کے ذریعے مسجد کے حصول کی کوشش کرو لیکن یہ سب دھوکا ہے۔ جس کا جی چاہے ہمیں ووٹ دے۔ جس کا جی چاہے نہ دے۔ سر فضل حسین سے کہلوا دو کہ سول نافرمانی سے اور گولیاں کھانے سے مسجد مل سکتی ہے تو مجلس احرار پانسو جوان بھیج دے گی لیکن

اگر مسجد اس طرح نہ مل سکی تو قوم سر فضل حسین کو پکڑ لے گی اور نہ چھوڑے گی۔ اتحاد ملت والوں کا منشا ہے کہ احرار آگے بڑھیں ان کی لاشیں تڑپیں اور مرزا محمود دیکھے کہ اس کے ابا کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لیکن ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔

یاد رکھو مسجد تب ملے گی جب انگریز کی بندوق توڑ دی جائے گی۔ جب انگریز کا بازو ٹوٹ جائے گا۔ تو سکھ کی کرپان آگے ہوگی۔

ڈاکٹر عالم اور دیگر لیڈروں پر شدید نکتہ چینی

ڈاکٹر عالم کو معلوم تھا کہ مقدمہ کرنے سے مسجد نہیں مل سکتی۔ وہ جانتا تھا اور سر فضل حسین جانتا تھا کہ مسجد کے جھگڑے سے قبل بھی مسجد پر سکھوں کا قبضہ تھا۔ پھر ڈاکٹر عالم کے پیٹ میں کیوں درد نہ اٹھا کہ قبضہ لینا چاہیئے۔ سر فضل حسین کے پیٹ میں کیوں درد نہ اٹھا کہ قبضہ لینا چاہیئے۔ ملک لال خان کے پیٹ میں کیوں درد نہ اٹھا کہ مسجد لینی چاہیئے اور آج پیٹ میں درد اٹھتا ہے کہ کسی طرح وزارتیں مل جائیں۔ ان لوگوں نے احمار اسلام کی واحد منظم جماعت کو توڑا۔ خدا ان سے بدلہ لے گا۔

اشتعال انگیز نظم

آخر میں غلام نبی جانباز نے ایک نہایت گندی نظم جو سخت اشتعال انگیز تھی احمدیت کے خلاف پڑھ کر کھلے بندوں قانون اور انصاف اور بدتہذیبی کا انتہائی مظاہرہ کیا آخر میں اعلان کیا گیا کہ نظمیں طبع شدہ مل سکتی ہیں۔ اس پر ہمارے ایک احمدی دوست نے اس نظم کی ایک کاپی طلب کی۔ جو جانباز نے جلسہ میں پڑھی تھی۔ اس کا جواب یہ ملا کہ حکومت نے اسے چھاپنے کی اجازت نہیں دی۔ اور جب مطالبہ کیا گیا۔ کہ پھر تم نے پڑھا کیوں تو غلام نبی مذکور نے جواب دیا۔ کہ سی۔ آئی۔ ڈی موجود ہے اور اس نے نظم نوٹ کر لی ہے۔ گورنمنٹ جو کرنا چاہے کر لے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احرار کو گند اچھالنے میں یہاں تک دلیری ہو گئی ہے کہ گویا گورنمنٹ نے ان کو کھلا چھوڑ دیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ گورنمنٹ کیوں ایسی فحش بیانی پر جو انتہائی منافرت پیدا کرنے والی ہے گرفت نہیں کرتی۔ (نامہ نگار)

ایک افسوسناک غلطی کے متعلق معذرت

۲۷ مئی کے الفضل میں ایک نامہ نگار کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ "دوست محمد بھیرا غیر احمدی مباہل کی اپنی بیوی سے ناچاقی اس حد تک بڑھ گئی کہ اسے طلاق دینی پڑی۔ حالانکہ شادی کو صرف دو ماہ ہوئے تھے" چونکہ یہ بات غلط تھی اسلئے ہم ۷ جولائی کے الفضل میں خود اسکے متعلق اظہار افسوس شائع کر چکے ہیں لیکن اب جبکہ دوست محمد صاحب نے ہمیں اسکی طرف توجہ دلائی ہے ہم اس غلطی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ ان کے متعلق ۲۷ مئی کے الفضل میں جو بیان شائع ہوا ہے۔ وہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ ان کی شادی پر چھ سال گذر چکے ہیں۔ اور ان میں کوئی ناچاقی نہیں پیدا ہوئی۔ نامہ نگار کی طرف سے غلط بات کے شائع ہونے پر انہیں جو رنج پہنچا۔ اس کے لئے ہم معافی خواہ ہیں۔ (اڈیٹر)

وصیت نمبر ۳۴۴۲ داخل دفتر

جناب یعقوب خان صاحب موصی نمبر ۳۴۴۲ ولد چراغ دین قوم راجپوت کچھی ساکن کالا خطائی ضلع شیخوپورہ حال مدرس گھٹو کے جہ نے ۱۹۱۵ء سے وصیت کی ہوئی ہے لیکن باوجود کثیر مطالبات اور نوٹس دینے کے اب تک چندہ شرط اول اور اعلان وصیت کی رقم ادا نہیں کی۔ لہذا ان کی وصیت داخل دفتر کی جاتی ہے۔

سکرٹری مقبرہ بہشتی

خطبہ نمبر کے خریداروں کو ضروری اطلاع

خطبہ نمبر کے جن خریداروں کا چندہ ختم ہے۔ یا ان کے نام بقایا ہے۔ وہ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ ورنہ ان کے نام ۵ جولائی کے بعد جو خطبہ نمبر نکلیگا۔ وی پی ہوگا۔ احباب وصولی کے لئے تیار رہیں

مینیجر الفضل

بچت کرنے اور جائیداد بنانے کا آسان طریقہ
بذریعہ
سیونگ پالیسی
فی پالیسی ۳۰۰ روپیہ کی رقم عرصہ ۵ سال میں جمع کرانے سے آپ کو کیا ملے گا۔
نقد ۴۵۰ روپیہ
یا
مالی امداد ۱۸۰۰ روپیہ بلاسود
بذریعہ
پیرامونٹ انوسٹمنٹ پالیسی
فی پالیسی ۵۰۰ روپیہ کی رقم یکمشت جمع کرانے سے عرصہ ۳ سال کے بعد آپ کو کیا ملے گا۔
نقد ۷۰۰ روپیہ
یا
مالی امداد ۲۵۰۰ روپیہ بلاسود
نوٹ :- مالی امداد کی رقم عرصہ ۱۰ سال میں آسان قسطوں سے بغیر سود واپس لی جائیگی لیکن بصورت موت قابل معافی ہوگی
مفصل حالات :- دی امریکن بنک آف انڈیا لمیٹڈ میکلوڈ روڈ لاہور سے حاصل کریں
ہر شہر و قصبہ میں بارسوخ ایجنٹوں کی ضرورت ہے کمیشن معقول دیجائیگی

ایک اسّی سالہ بوڑھے کی آواز
میں باوجود اسّی سالہ بوڑھا ہونے کے الحمدللہ! اب جوانوں سے بھی بڑھکر طاقت محسوس کرتا ہوں
کیوں؟ اسلئے کہ میں گاہے گاہے نور اینڈ سنز کی ساختہ مشہور طاقت کی دوا "اکسیر اکبر" کا استعمال کرتا رہتا ہوں
جو ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب، ضعف ہاضمہ، قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا، دل کی دھڑکن، سر کا چکرانا، آنکھوں میں اندھیر آنا، سستی اُداسی، غرضیکہ جملہ کمزوریوں کیلئے تیر بہدف - دل میں نئی امنگ، اعضاء میں نئی ترنگ، دماغ میں نئی جولانی، کمزور کو زور آور اور زور آور کو شاہ زور، نامرد کو مرد اور مرد کو جواں مرد بنانے کیلئے اپنی نظیر آپ ہی ہے اور جسکی خوبیوں کے :-

بیان القرآن مکمل مجلد
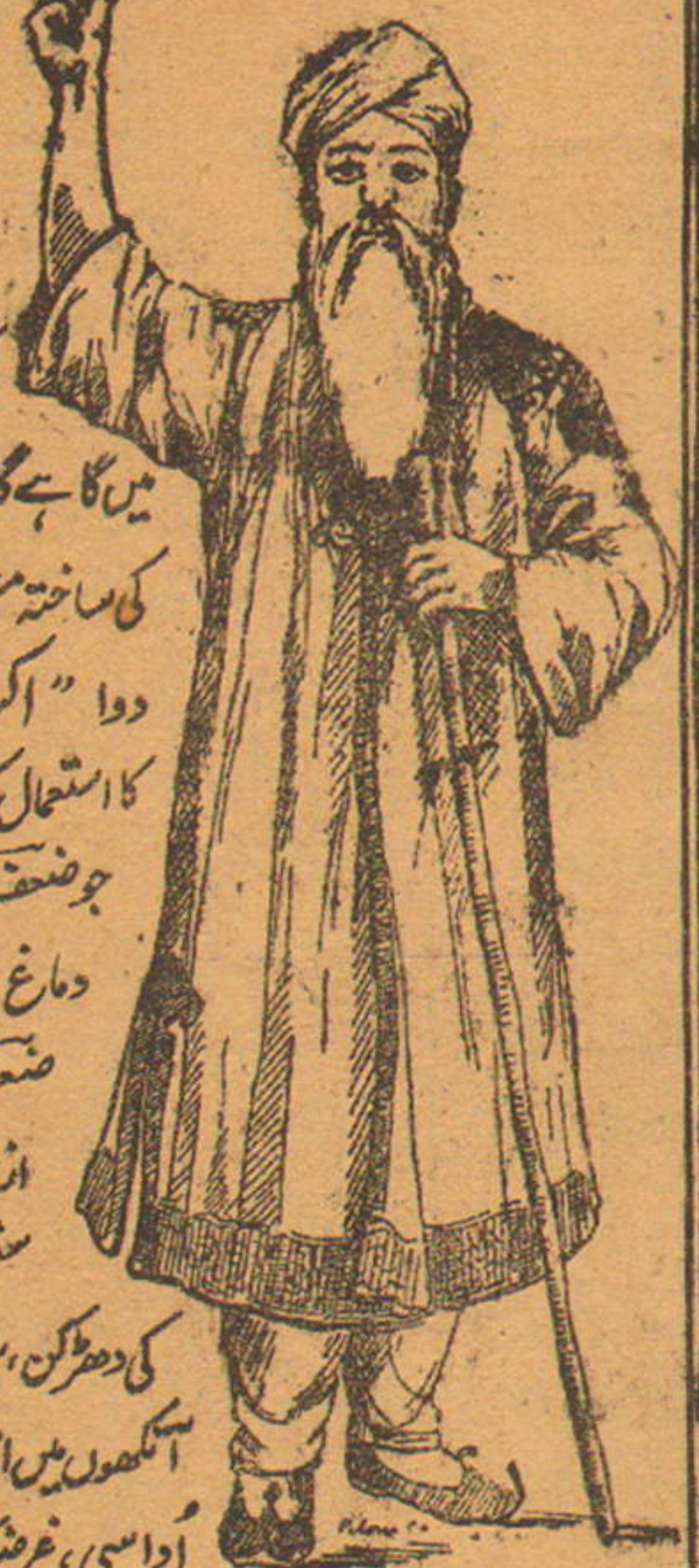
اصل قیمت	رعایتی قیمت
۵ے	۵ے

کے خریدار کو

نکات القرآن	۲ر
اسلامی عقائد	۱۰ر
ادعیہ	۳ر
جبیہ	۳ر
اسلام اور دیگر مذاہب	۱۰ر
اعجاز القرآن	۱۰ر
ارتقائے نسل انسانی	۴ر

عہ کی کتب مفت روانہ کی جائینگی

(۵)

حمائل شریف مترجم اردو سفید کاغذ اس کا ترجمہ بین السطور اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج کئے ہیں۔	۸ للعہ	عہ
سیرت خیر البشر۔ سوانحمری حضرت رسول کریم صلعم جس میں ہر قسم کے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ بے جلد	عہ	۴ر
مقام حدیث۔ اہل قرآن کا مدلل جواب۔	عہ	۴ر
	۸ے	عاص

اس سٹ کے خریدار کو

نکات القرآن	۲ر
اسلامی عقائد	۱۰ر

۱۲ر کی کتب مفت روانہ کی جائینگی۔

(۷)

اُردو کا قاعدہ۔	ار	۲ر
اُردو کی پہلی کتاب۔	۳ر	ار
” ” دوسری کتاب۔	۳ر	ار
” ” تیسری کتاب۔	۵ر	ار
یہ بچوں کیلئے نہایت مفید کتابیں ہیں ضرور پڑھائیے		
تفسیر بیان القرآن پارہ اول۔	۴ر	۴ر
تربیت اولاد۔	۵ر	ار
رسالہ نماز۔ نماز کی حقیقت و فلاسفی بیان کی گئی ہے	۸ر	۲ر
حمائل شریف مطبوعہ جرمنی۔ بے نظیر لکھائی چھپائی ہے	۸ر	عہ
	۵ر	۱۰ر

اس سٹ کے خریدار کو

ادعیہ	۳ر
جبیہ	۳ر
رباعیات حامد	ار

۷ر کی کتب مفت روانہ کی جائینگی۔

(۴)

حمائل شریف مطبوعہ جرمنی۔ نہایت بے نظیر حمائل ہے جو جرمنی میں خاص اہتمام سے طبع کرائی گئی ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ جلد نہایت خوبصورت اور عمدہ	۴ر	عہ
سیرت خیر البشر (منظور شدہ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے لے کر اخیر عمر تک کے حالات درج ہیں۔ جس میں ہر قسم کے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بجلد پسند کی گئی ہے	عہ	۸ر
جمع قرآن۔ قرآن کریم کی جمع و ترتیب کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیقات سے لکھا گیا ہے	۱۲ر	۸
	۴للعہ	عاص

اس سٹ کے خریدار کو

نکات القرآن حصہ سوم و چہارم	۲ر
ادعیہ	۳ر
اسلام اور دیگر مذاہب	۱۰ر
المنطق	۳ر

۱۰ر کی کتب مفت روانہ کی جائینگی

(۶)

حمائل شریف مترجم حنائی کاغذ اس کا ترجمہ بین السطور اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج کئے ہیں	للعہ	۱۲ر
رسالہ نماز۔ نماز کی حقیقت و فلاسفی بیان کی گئی ہے	۸ر	۲ر
رسالہ روزہ۔ روزہ ” ” ”	۴ر	ار
” حج۔ حج ” ” ”	۶ر	۲ر
” زکوۃ۔ زکوۃ ” ” ”	۲ر	ار
تربیت اولاد۔ اولاد کی تربیت کے طریق بتائے گئے ہیں۔	۵ر	ار
جامع الدعوات۔ قرآن و حدیث کی دعائیں مع ترجمہ اردو	۳	ار
	صہ ۱۲ر	۴عہ

اس سٹ کے خریدار کو

اعجاز القرآن	۱۰ر
ادعیہ	۳ر
جبیہ	۳ر
ارتقائے نسل انسانی	۴ر
رباعیات حامد	ار
المنطق	۳ر

عہ روپیہ کی کتب مفت روانہ کی جائینگی

(۸)

تفسیر بیان القرآن پارہ اول	۴عہ	۴ر
” ” سوئم تا ہفتم	عہ فی پارہ	۴ر فی
مترجم صحیح بخاری پارہ اول	عہ	۸ر
” ” ” دوئم	عہ	۴ر
” ” ” سوئم	عہ	۴ر
” ” ” چہارم	عہ	۸ر
” ” ” پنجم	عہ	۸ر
” ” ” ششم	عہ	۴ر
” ” ” ہفتم	عہ	۴ر
” ” ” ہشتم	عہ	۴ر
	۵ے ۴ر	۸ر ہے

اس سٹ کے خریدار کو

نکات القرآن حصہ سوم و چہارم	۲
اسلامی عقائد	۱۰ر
اسلام اور دیگر مذاہب	۱۰ر
القول المبین	۲ر

(ہاتھ سے لکھا ہوا حاشیہ ناخواندہ)

ضروری نوٹ: (۱) سٹوں کے علاوہ متفرق کتب کے خریدار کو ہر ایک روپیہ کی کتب پر ۴ر کی کتب مفت دی جاویں گی۔

(۲) مفت کتب کے ختم ہونے پر ہم مہیا کرنے کے ذمہ دار نہ ہونگے۔

(۳) تمام درخواستیں ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء تک ڈاک خانہ میں ڈال دینی چاہئیں۔ وہ فرمائش جن پر یکم ستمبر ۱۹۳۶ء کی مہر ڈاکخانہ ثبت ہوگی۔ اس رعایت کے ماتحت نہ آسکے گی۔ فرمائش کی تعمیل صرف قیمت طلب پارسل مانگنے پر یا پیشگی روپیہ بھیجنے پر ہوگی۔ فرمائش کے ہمراہ اس ہدایت کا آنا ضروری ہے۔ کہ کتب بذریعہ ریل بھیجی جائیں۔ یا ڈاکخانہ محصول و دیگر مصارف ہر حالت میں بذریعہ خریدار ہوں گے۔ قرض اور اقساط پر دینا طریق نہیں۔ بذریعہ ریل کتب منگوانے کیلئے قیمت کا کچھ حصہ پیشگی ارسال فرمادیں

منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں!

روما ۸ جولائی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ تین اطالوی طیاروں پر جو ادیس آبابا سے جیما کے صوبہ کی طرف روانہ ہوئے تھے ان کے زمین پر اترنے کے بعد شبخون مارا گیا اور مشرقی افریقہ کا اطالوی نائب وزیر پرواز اور ایک مشہور اطالوی ہوا باز ہلاک ہو گئے۔

ٹلیٹس (اوٹاوہ) ۸ جولائی۔ مسٹر جی۔ ای۔ ٹی۔ ایشن نے اپنی موٹر میں ۲۵ء۴۲ میل کے فاصلہ کو ایک گھنٹہ کے عرصہ میں طے کیا اور اس طرح تیز رفتاری کا ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا۔

شملہ ۸ جولائی۔ مجلس اقوام کی اسمبلی کے ستمبر کے اجلاس میں ہندوستان کی طرف سے سر آغاخان سر ایس بر سے راؤ بہادر کرشم آچاریہ نمائندگی کریں گے۔

قاہرہ (بذریعہ ڈاک) مصر کے لئے ایک نیا قومی ترانہ تیار کرنے کے لئے حکومت نے ایک کمیشن مقرر کیا ہے

نابلس ۸ جولائی۔ اعراب نابلس نے ہائی کمشنر فلسطین کو ایک برقیہ ارسال کیا ہے کہ تم نے متعدد بار یہ اعلان کیا تھا کہ برطانوی فوج یہاں امن وامان کے قیام کے لئے آئی ہے۔ لیکن وہ شہروں پر مسلسل مظالم ڈھا رہی ہے۔ تخریب و تعذیب اسباب خورد نوش کا اتلاف وغیرہ وغیرہ غرض وہ کونسا ظلم ہے۔ جو عربوں پر روا نہ رکھا گیا یہ تمام مظالم متعدد شہروں میں ہتھیاروں کی تلاشی کے سلسلہ میں برپا کئے گئے ہیں۔

لاہور ۸ جولائی۔ میاں سر فضل حسین کی حالت میں ابھی تک کوئی نمایاں افاقہ نہیں ہوا۔ آج شام کے ساڑھے پانچ بجے ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے جو میجر سنتھ۔ کرنل امیر چند۔ ڈاکٹر یار محمد خاں اور ڈاکٹر محمد یوسف وغیرہم پر مشتمل تھا آپ کا معائنہ کیا اور اس کے بعد حسب ذیل اعلان شائع کیا۔ "آپ کی حالت میں ابھی کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا۔ آپ کی حالت بدستور ہے۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حکومت ہند نے اپنی جانب سے ڈاکٹر برک آئی ایم ایس کو شملہ سے مقامی ڈاکٹروں کی امداد کے لئے روانہ کیا ہے۔

شملہ ۸ جولائی۔ یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ تعزیری احکام کے ارتفاع کے متعلق انگلستان اور ہندوستان کا ایک ہی جیسا اقدام ہوگا اور وہ بیک وقت مشتہر ہوگا۔ کچھ عرصہ پیشتر مرکزی مجلس آئین ساز نے اطالوی قرضہ ایکٹ کو منظور کر کے اطالیہ کے لئے قرضہ وغیرہ دینے کی ممانعت کر دی تھی گورنر جنرل "گزٹ" میں اعلان شائع کر کے اسے منسوخ قرار دیدیں گے اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں آئندہ ہفتہ ایک گزٹ شائع ہوگا۔ جس میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

لنڈن ۸ جولائی۔ مسٹر آر ڈبلیو بنگھم سفیر امریکہ متعینہ انگلستان نے ایک تقریر کے دوران میں کہا۔ ملت امریکہ عہد کر چکی ہے۔ کہ جنگ نہ ہونے دے گی اور نہ کسی کو جارحانہ اقدام کی اجازت دیگی۔ اور معاہدات کا احترام کرے گی۔ ملت انگلستان کا بھی یہی خیال ہے۔ اور اس بارے میں دونوں قومیں اپنے ان خیالات پر آخری وقت تک قائم رہیں گی۔ ممکن ہے کوئی قوم ہمیں محض صلح پسند تصور کر کے اپنی حفاظت سے غافل خیال کرے۔ مگر افسوس ایسی قوم پر جس کا یہ خیال ہو۔ کیونکہ امن پسند ہونے کے باوجود ہم غافل نہیں ہیں۔

لکھنؤ ۸ جولائی۔ لکھنؤ اور مضافات میں شدید بارش کی وجہ سے سخت تباہی برپا ہو رہی ہے۔ مکانات گرنے سے بہت سے آدمی ہلاک اور مجروح ہو چکے ہیں طغیانی کے باعث کئی گاؤں بہ گئے ہیں۔

شملہ ۸ جولائی۔ "ملاپ" ۱۰ جولائی لکھتا ہے کہ اضلاع جالندھر اور ہوشیارپور میں سوشلزم کی ترویج گورنمنٹ پنجاب کے لئے تشویش کا موجب بن رہی ہے۔ چنانچہ اس نے ان اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو خاص ہدایات بھیجی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ دوآبہ کی تمام سوشلسٹ جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دے گی۔

برلن ۸ جولائی۔ جرمنی کے مختار مطلق ہر ہٹلر نے اعلان کیا ہے کہ اگر جرمنی کے مقبوضات اسے خود بخود نہ دئے گئے۔ تو وہ یکم اگست سے بزور شمشیر انہیں واپس لینے کے لئے لشکر کشی کرے گا۔

لاہور ۸ جولائی۔ موضع بعون ضلع جہلم میں کثرت باراں سے ایک دو منزلہ مکان گر جانے سے ۱۴ لڑکے ہلاک اور ۱۸ زخمی ہو گئے۔ مکان میں ایک سکول قائم تھا۔ اچانک عمارت گر جانے سے ۳۲ طلبا اور ایک استاد اس کے نیچے دب گئے۔ فوراً ملبہ اٹھایا گیا ۱۸ لڑکے زخمی حالت میں نکالے گئے۔ اور باقی چودہ لڑکوں اور استاد کی لاشیں برآمد ہوئیں۔

لنڈن (بذریعہ ڈاک) لنڈن کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ حبشہ کی فتح کے بعد مولینی سوڈان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے اس کا خیال ہے کہ سوڈان فتح کر لینے کے بعد وہ مصر پر آسانی سے قبضہ کر لے گا اور وہ انگریزوں سے الجھنا چاہتا ہے۔

برلن ۸ جولائی۔ ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہٹلر نے اعلان کیا ہے کہ وہ آسٹریا میں شاہی حکومت قائم نہیں ہونے دے گا۔ بلکہ وہاں نازی حکومت قائم کی جائے گی۔

مانٹرلو ۸ جولائی۔ حکومت روس نے اپنے نمائندہ ایم لٹیو نوف کو ہدایت کی ہے کہ اگر بعض امور کے متعلق تسلی بخش جواب نہ ملے۔ تو وہ دردانیال کانفرنس سے واک آؤٹ کر جائے۔ ان امور میں روس کا یہ مطالبہ بھی شامل ہے کہ بحیرہ اسود کی طرف سے درہ دانیال میں سے اس کے جہازوں کی آمد و رفت پر کوئی پابندی عائد نہیں ہونی چاہیئے۔

کلکتہ ۸ جولائی۔ جدید ہوڑہ پل کا ٹھیکہ انگریزی فرم میسرز کلیولینڈ انجنیئرنگ کمپنی کو دیدیا گیا ہے۔ کمپنی نے وعدہ کیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہوگا۔ ہندوستان میں تیار شدہ لوہا استعمال کرے گی۔

شملہ ۸ جولائی۔ پنڈت مالویہ نے اس اطلاع کی تردید کی ہے۔ کہ انہوں نے ہز ایکسیلینسی لارڈ لنلتھگو اور گاندھی جی کے درمیان ملاقات کرانے کی کوشش کی ہے۔ نیز کہا کہ میں نے بنارس ہندو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت میں وائسرائے سے اس لئے ملاقات کی تھی۔ کہ ذاتی طور پر انہیں دعوت دوں کہ جب وہ دورہ پر بنارس جائیں۔ تو ہندو یونیورسٹی کا بھی معائنہ کریں۔

کیپ ٹاؤن ۸ جولائی۔ سر سید رضا علی ایجنٹ جنرل گورنمنٹ ہند نے جنوبی افریقہ میں رہنے والے ہندوستانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے متحدہ محاذ پیش کریں اور قومی مفاد کو فرقہ دارانہ مفاد پر ترجیح دیں۔

مدراس ۸ جولائی۔ برطانیہ کا ایک فوجی طیارہ سرسٹی مطروح کے ہوائی مستقر میں رات کے وقت اترنا چاہتا تھا۔ کہ یکایک اس میں آگ لگ گئی۔ اس حادثہ سے پیدل فوج کے تین افسر اور فضائی فوج کے چار افسر ہلاک ہو گئے۔ باقی چھ میں سے تین مجروح ہوئے جنہیں ہسپتال پہنچا دیا گیا

بمبئی ۸ جولائی۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے کانگرس کی انتخابی مہم کے متعلق اعلان کیا ہے۔ کہ کانگرس کو صرف عام حلقہ ہائے رائے دہی میں ہی مقابلہ کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ مخصوص اور جداگانہ تمام حلقوں میں بھی مقابلہ کریگی۔ قوم پرست مسلمان بھی انتخاب کیلئے کھڑے کئے جائینگے۔

ڈلہوزی تک اور ڈلہوزی سے واپس تھرو بکنگ

اس وقت مندرجہ ذیل سٹیشنوں اور ڈلہوزی کے درمیان پٹھانکوٹ کے راستہ سے اول دوم درمیانہ اور سوم درجہ کے واپسی ریل اور سڑک کے ٹکٹ جاری کئے جا رہے ہیں۔

لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر شہر۔ جالندھر چھاؤنی۔ فیروزپور چھاؤنی۔ ملتان چھاؤنی۔ گوجرانوالہ شہر۔ سیالکوٹ جنکشن لائلپور۔ راولپنڈی۔ لدھیانہ۔ منٹگمری۔ بٹالہ اور گورداسپور۔

یہ ٹکٹ تاریخ اجراء سے لیکر اڑھائی ماہ تک واپسی سفر ختم کرنے کے لئے کام آسکیں گے۔ بارہ سال سے کم عمر بچوں کے لئے خاص شرحیں ہیں۔

مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور سے خط و کتابت کی جائے۔

کتابی تبلیغ کے متعلق حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے

کتابی تبلیغ کی تجویز کو جو قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ وہ ان بہت سی رایوں سے ظاہر ہے۔ جو عرصہ سے الفضل میں شائع کی جا رہی ہیں۔ اور خدا کے فضل سے اس قسم کی حوصلہ افزا رائیں ہر روز موصول ہو رہی ہیں۔ جو آہستہ آہستہ شائع ہوتی رہیں گی۔ چونکہ فی الحال یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے آج صرف حضرت مفتی صاحب قبلہ کا ارشاد ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ دوست اسے پڑھیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی کے مشورہ کو آویزۂ گوش بنا کر تجویز کردہ انگریزی۔ فارسی اردو تبلیغی سیٹوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ اور عند اللہ وعند الناس ماجور ہوں۔

"محکمہ بک ڈپو نے جو تجویز کی ہے۔ کہ سلسلہ کی کتب کے سیٹ بنا کر دنیا بھر کی لائبریریوں میں رکھوائے جائیں۔ اور مشاہیر عالم کو پہونچائے جائیں۔ یہ تجویز میری ایک قدیمی دلی خواہش کو پورا کرتی ہے۔ میں حتی الوسع ہمیشہ غیر ممالک کی لائبریریوں کو کتب بھجواتا رہا ہوں۔ اور قریباً چار سال ہوئے میں نے بعض دوستوں کی امداد سے کچھ کتابیں یورپ و امریکہ کی لائبریریوں کو بھجوائی تھیں۔ جہاں سے بہت سے شکریہ کے خطوط آئے تھے۔ اور اچھا اثر ہوا تھا۔ اب محکمہ نے اس غرض کے واسطے کتابوں کی قیمت میں حیرت انگیز رعایت کر دی ہے۔ اور میں احباب کی خدمت میں پُر زور سفارش کرتا ہوں۔ کہ وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور بہت سے سیٹ باہر بھجوائیں۔ بدست انگریزی کے دو سیٹ میں نے بھی خرید لئے ہیں"

رعایتی قیمت انگریزی ۶ مجلد کتب [illegible]
فارسی ۳ " " [illegible]
اردو ۳ " " [illegible]

خاکسار: ملک فضل حسین منیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

ہمارا مذہب

بجواب "قادیانی مذہب" مصنفہ پروفیسر الیاس برنی کا معقول مدلل اور مفصل جواب چھپ گیا ہے۔ دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس کی تعلیمیافتہ غیر احمدیوں میں اچھی طرح اشاعت کریں۔ کیونکہ برنی صاحب کی کتاب ان میں کثرت سے تقسیم ہو رہی ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف بے بنیاد وسوسے پیدا کئے جا رہے ہیں۔ حجم ۱۰۰ صفحہ کی قیمت صرف ۴؍ ملنے کا پتہ

بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان [illegible]